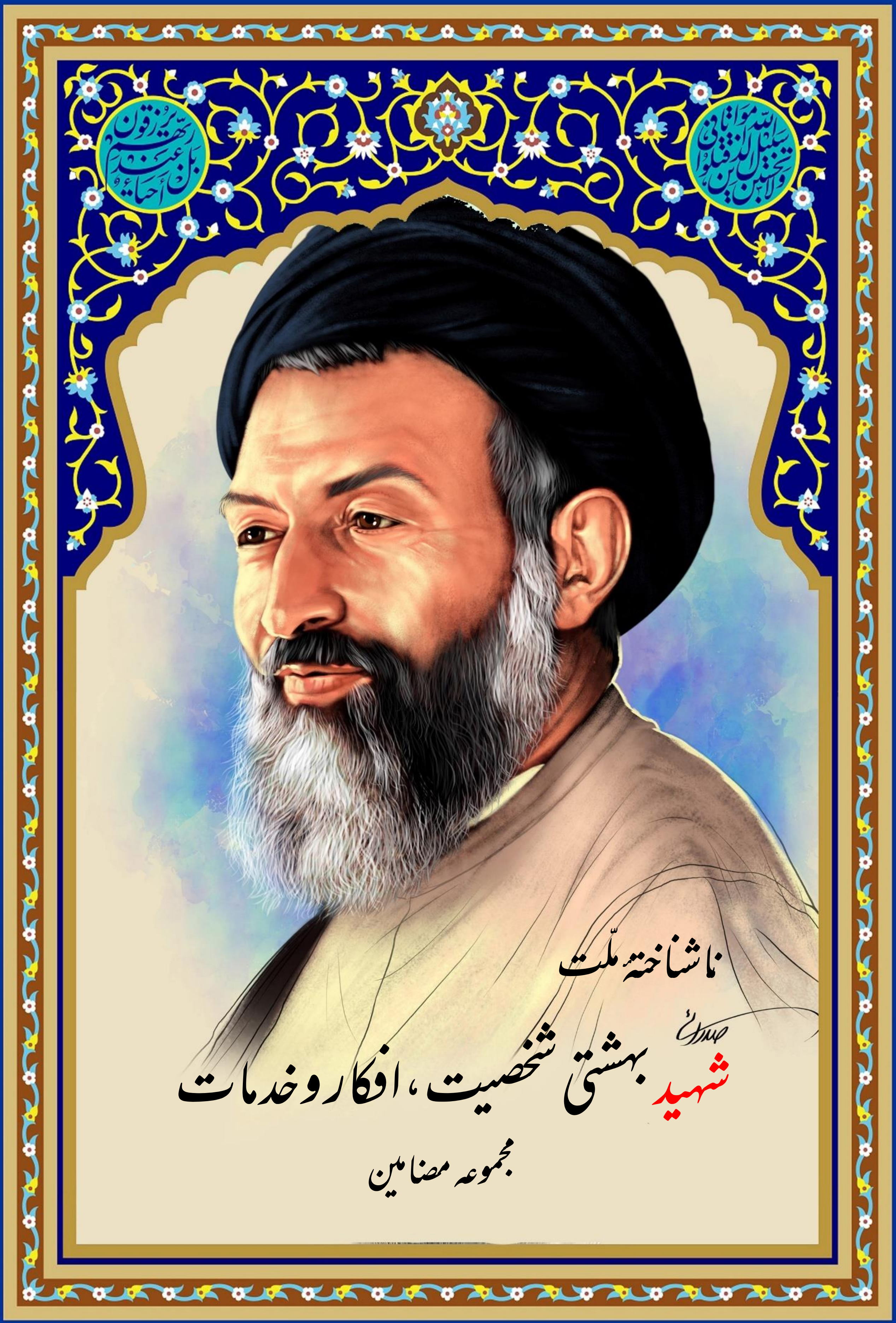

ناشناختۂ ملّت

شہید بہشتی شخصیت، افکار و خدمات

مجموعہ مضامین

ترتیب و تدوین : سکندر علی بہشتی، نصر اللہ فخر الدّین

فہرست مطالب

اداریہ 5

شہید بہشتی خمینی بت شکن کی نگاہ میں از جعفر تبسّم 6

شہید بہشتی، رہبر انقلاب کی نظر میں از عارف بلتستانی 9

عدالت شہید بہشتی کی نظر میں از نصر اللہ فخر الدّین 14

شہید بہشتی ایک ہمہ جہت شخصیت از بشیر دولتی................................ 17

شہید بہشتی کے معنوی اور اخلاقی صفات از محمد حسین حافظی 21

شہید بہشتی کی چند اہم خصوصیات پر ایک نظر از فرمان علی سعیدی 26

عدالت اور کرپشن سے مقابلہ شہید بہشتی کے افکار میں از صادق الوعد 30

عدالت اجتماعی کی حدود اور اہمیت شہید بہشتی کی نگاہ میں از فدا حسین ساجدی .. 36

آزادی شہید بہشتی کی نگاہ میں از محمد شریف ولی 39

اسلامی مملکت کی خود مختاری اور استقلال شہید بہشتی کی نظر میں از احمد سعیدی .. 46

شہید بہشتی شخصیت، تالیفات، افکار و خدمات از تمثیل فاطمہ جلبانی 50

شہید ڈاکٹر سید محمد حسینی بہشتی کی شخصیت و تصنیفات از فاطمہ محمد عبداللہ.......... 55
وہ رشکِ ملائک انسان از زہرا مہدوی 58
معرفی آثار دکتر بهشتی 63
آثار دکتر بہشتی — تک گفتارہای موضوعی 64

شہید بہشتی امام خمینی کی نظر میں

میں انہیں بیس سال سے زیادہ عرصے سے پہچانتا تھا۔ میں ان کے مرتبے، ان کے فکری مقام اور ان کے ایمانی مقام سے آگاہ تھا میں ان کی جس بات سے متاثر ہوں وہ اس ملک کے اندر ان کی مظلومیت کا پہلو ہے۔ ان کی شہادت ان کے مقابلے میں معمولی ہے۔

شہید بہشتی رہبر انقلاب امام خامنہ ای کی نظر میں

شہید بہشتی ایک حیرت انگیز انسان تھے۔ وہ بہت سی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ میں نے اب تک آقائے بہشتی جیسا انسان نہ ماضی میں دیکھا ہے نہ اس دور میں۔ شہید بہشتی کا وجود ایک گرانقدر گوہر تھا جو اسلام کی راہ میں صرف ہوا۔ یہ گوہر نہ گم ہوا اور نہ ضائع۔

اداریہ

ہر قوم اپنے مفکرین اور محسنون کے افکار کو زندہ رکھتی ہیں۔ عصر حاضر میں دنیا کے گوشہ وکنار میں ایسے مفکرین و مصلحین وجود میں آئے جن کی فکر و عمل کی بدولت اسلامی معاشروں میں بیداری اور آگاہی کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔

شہید بہشتی کا شمار بھی ان چند معدود افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے افکار اور اقدام کے ذریعے امت مسلمہ میں ایک نئی روح پھونکی۔ شہید بہشتی نے اسلامی علوم و معارف پر دسترس حاصل کرنے کے بعد مغربی تمدن کے مرکز جرمنی میں ایک طویل زندگی گزاری اور مغربی تہذیب کا نزدیک سے مشاہدہ کیا۔ انہوں نے مغربی تہذیب کے مقابلے میں اسلامی تہذیب و ثقافت اور تعلیمات کو گہرائی سے سمجھا۔

ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ایک آئیڈیل اسلامی معاشرے اور دینی حکومت کے قیام کے لئے انتھک جدوجہد کی۔ امام خمینی نے شہید کی شخصیت اور ان کے کردار کے بارے میں کہا کہ بہشتی ایک فرد نہیں ملت تھا۔ اسی طرح رہبر انقلاب نے بھی شہید بہشتی کے افکار کے مطالعہ کی جانب توجہ دلائی ہے۔ شہید کی شخصیت، افکار وخدمات پر مشتمل یہ تعارفی مجموعہ مضامین ان کی برسی کی مناسبت سے ایک ابتدائی قدم ہے جس سے شہید کے افکار کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

ہم مذکورہ تمام اہل قلم کے مشکور ہیں جنہوں نے مختلف موضوعات پر اپنے مضامین ہمیں ارسال کئے۔ اور امید ہے مختلف اصلاحی و مفید افکار پر قلمی تعاون کا یہ سلسلہ بہتر انداز میں جاری ساری رہے۔

سکندر علی بہشتی

شہید بہشتی خمینی بت شکن کی نگاہ میں

جعفر تبسم

شہید بہشتی کا اصل نام سید محمد حسین بہشتی ہے ۔ آپ ایران کے مشہور اور تاریخی شہر اصفہان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار ان محدود افراد میں ہوتا ہے جن کا انقلاب اسلامی کے قیام میں بنیادی کردار رہا ہے ۔ لیکن بد قسمتی سے آج بھی بہت سے انقلاب کے طرف دار ان کی شخصیت اور خدمات سے واقف نہیں ہیں۔ اس مختصر سی تحریر میں آپ کی شخصیت کے سارے پہلوؤں اور خدمات کے بارے میں سیر حاصل بحث تو نہیں ہو سکتی ، لیکن کسی کی شخصیت کے بارے میں جاننے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی دوسری شخصیات کا ان کے بارے میں رائے دیکھا جائے ۔ اس لئے اس مختصر تحریر میں امام خمین کی نگاہ میں شہید بہشتی کی شخصیت ، مقام اور امنزلت کو بیان کریں گے ۔ امام آپ کا شہید کے بارے میں یہ قول زبان زدعام ہے کہ :

بہشتی یک ملت بود۔

شہید بہشتی اپنی ذات میں ایک ملت تھے ۔

امام خمینی نے آپ کے بارے میں وہ جملہ فرمایا ہے جو کسی دوسرے کے بارے میں نہیں ملتا ۔ یقینا امام خمینی نے یہ جملہ صرف احساسات اور جذبات کی بنا پر نہیں فرمایا ہے ، بلکہ حقیقت کے پیش نظر فرمایا ہے ۔ شہید بہشتی کے بارے میں امام کا یہ جملہ اور حضرت ابراہیم کے بارے اللہ تعالی کے اس فرمان میں کتنی شباہت ہے کہ فرمایا : اِنَّ اِبۡرٰہِیۡمَ کَانَ اُمَّۃً[1] بے شک ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے ۔)

یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، لیکن علماء بھی علم اور تقوی کے اعتبار سے برابر نہیں ہوتے ہیں ۔ کچھ علماء مقام و منزلت کے اعتبار سے اعلی منزل پر فائز پر ہوتے ہیں ۔ انہی علماء میں سے

1۔ نحل/ ۱۲۰۔

ایک شہید بہشتی بھی تھے۔ لہذا جس طرح اللہ تعالی نے اکیلیے ابراہیم کے لئے امت کا لفظ استعمال کیا، اسی طرح امام خمینی نے بھی بہشتی کو ملت سے تعبیر فرمایا۔ جس طرح سارے انبیاء کے درمیان حضرت ابراہیم کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے بالکل اسی طرح شہید بہشتی کا شہیدوں اور علماء میں ایک نمایاں مقام ہے۔ علماء اور مفسرین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان خصوصیات کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے کہ جن کی وجہ سے اللہ نے ابراہیم کو تنہا امت سے تعبیر کی ہے۔ وہ سب یہاں بیان کرنے کا مقام نہیں ہے۔ یہاں صرف ان خصوصیات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو شہید بہشتی اور حضرت ابراہیم میں مشترک تھیں کہ جن کی وجہ سے ایک کو امت واحدہ کہا تو دوسرے کے لئے ملت کا لقب ملا۔ اگر ملت اور امت کی خصوصیات کا علم ہوجائے تو حضرت ابراہیم اور شہید بہشتی کی خصوصیات کا سمجھنا آسان ہوگا۔ ایک امت اور ملت کی سب سے آشکار اور نمایاں خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان میں مختلف قسم کی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ ہر فرد کے اندر کچھ ایسی صلاحتیں ہوتی ہیں جو عام طور پر دوسروں میں نہیں ہوتی ہے۔ لیکن بحیثیت ملت ہر فرد اپنی صلاحیت کو قوم اور ملت کی ترقی اور کمال کے لئے صرف کرتا ہے۔ ایک ہی ہدف کے لئے ہر ایک اپنی صلاحیت کو برو کار لاتا ہے۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مختلف صلاحیتوں اور استعدادوں کو ایک ہی مقصد اور ہدف کے حصول کے لئے برو کار لانے کو ملت اور امت کہا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی طرح شہید بہشتی میں بھی وہ ساری صلاحیتیں موجود تھیں جو ایک ملت کے بہت سے افراد میں ہوتی ہیں۔ ایک ملت کے افراد میں جتنی صلاحیتیں ہوتی ہیں اتنی صلاحیت صرف ایک بہشتی میں تھی۔ آپ نے ان تمام تر صلاحیتوں کو الہی اہداف کے لئے وقف کردیا۔ آپ نے ایک طاقتور قوم اور ملت کی طرح قیام کیا۔ جو اپنے ارادوں میں مستحکم تھے۔ حضرت ابراہیم کی طرح وقت کے طاغوت کے خلاف قیام کیا اور فتح حاصل کی۔ اسی لئے امام خمینی (رح) نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ "

شہید بہشتی دشمن کے آنکھوں میں کانٹا تھا۔

امام خمینی رحمہ اللہ علیہ نے آپ کے مختلف صلاحیتوں کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میں ان کو وفادار ، وعدوں کا پابند، سخت کوشش کرنے والا، دیندار، اپنی قوم کو چاہنے والا، اسلام سے قلبی لگاو رکھنے والا اور معاشرے کے لئے کار آمد شخص سمجھتا ہوں۔

امام خمینی نے شہید بہشتی کے بارے میں جو بیانات دیئے وشہ شہید کی اعلیٰ منزلت کی علامت ہے :

میں انہیں بیس سال سے زیادہ عرصے سے پہچانتا تھا. میں ان کے مرتبے، ان کے فکری مقام اور ان کے ایمانی مقام سے آگاہ تھا میں ان کی جس بات سے متاثر ہوں وہ اس ملک کے اندر ان کی مظلومیت کا پہلو ہے. ان کی شہادت ان کے مقابلے میں معمولی ہے.

شہید بہشتی، رہبر انقلاب کی نظر میں

عارف بلتستانی

شہید بہشتی کی شخصیت اب بھی ناشناختہ ہے۔ طول تاریخ میں مفکرین اور معماران ہمیشہ ہی اپنے عصر میں یا توگمنام رہے ہیں یا غیر معروف رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنے عصر میں نہیں بلکہ بعد کے زمانے کی ترجمانی کر رہے ہوتے ہیں۔ شہید آیت اللہ ڈاکٹر محمد حسین بہشتی کی شخصیت بھی اپنی زندگی میں بے قدری کا شکار رہی ہے۔ لیکن آج ایک ایسی شخصیت کی زبانی شہید بہشتی کو پڑھیں گے جو ساری دنیا کے انٹلکچولز کی نظر میں ذہن و فطین، بصیر و حکیم، مدیر و مدبر اور دانا ترین و آگاہ ترین شخصیت ہے۔ وہ بزرگوار، سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی شخصیت ہے۔ جنہوں نے شہید بہشتی کی شخصیت کو اپنی زبانی بیان کیئے ہیں۔ ہم موصوف کے مختلف بیانات کو اختصار کی خاطر بغیر کسی شرح و تفصیل کے قارئین تک پہنچا رہے ہیں۔

رہبر معظم سید علی خامنہ ای شہید کی برسی پر اور مختلف حکومتی وفد کے ساتھ ملاقاتوں میں شہید کی مختلف پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ ہم یہاں شہید بہشتی کے بارے میں رہبر انقلاب کے بعض فرامین کو نقل کریں گے۔

"شہید بہشتی بہت ہی عظیم شخص تھے۔ میری نظر میں، لوگوں کو ابھی بھی شہید بہشتی کی شناخت نہیں ہوئی ہے۔ مستقبل میں شہید بہشتی شناخت ہو جائے گی۔ ہم شہید بہشتی کو جانتے تھے۔ انقلاب کو آگے بڑھانے کی راہ میں کئی سالوں سے ان کی کوششیں دیکھی تھیں۔ ہمیں کچھ دکھانے اور ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، خود ثابت ہو جائے گا۔''

"شہید بہشتی کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت تقویٰ تھی۔ شہید بہشتی کے بارے میں میرا تاثر یہ ہے کہ انہوں نے گناہ نہیں کیا، میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ وہ معصوم تھے۔ لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کا ہمارے ساتھ برتاؤ اور

ان کے دوستوں کے ساتھ ان کا تعلق ایسا تھا کہ انہوں نے ان کے ساتھیوں کے ذہنوں میں اس کے لیے گناہ کا شبہ بہت کمزور کر دیا تھا اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیے۔"

"میں خود ان لوگوں میں سے ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے ان کی شخصیت کے زیادہ تر پہلوؤں کو بیان کرنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ شہید بہشتی حقیقی معنوں میں ہمارے نایاب شخصیات میں سے ایک تھے۔ شہید بہشتی کی شہادت کے بعد میں نے اپنے قریبی دوستوں کو یہ بات کئی بار بتائی ہے کہ شہید کوئی معمولی شخصیت نہیں تھے بلکہ ایک فوق العادہ شخصیت تھے۔ جس کو ہم نے ان میں مشاہدہ کیا۔ جن عالمی شخصیات نے اسے دیکھا تھا ان کا بھی یہی احساس تھا... وہ فقہ اور فلسفہ میں ماہر تھا اور برسوں کی مبارزے کے دوران انہوں نے اپنی مہارت کو دوسرے طریقوں سے جو حوزے سے حاصل کیا تھا اس کو استعمال کر کے دکھایا۔ یقیناً اگر وہ حوزے میں ٹھہرتے تو اس وقت کے مسلم مجتہد ہوتے اور لوگ ان کے مقلد ہوتے۔"

"شہید بہشتی کے علمی پہلوؤں کے بارے میں، سب سے پہلے، وہ علم فقہ میں ایک برجستہ شخصیت تھے۔ قم میں بہت اچھی تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ "مرحوم داماد" کا فقہ کا درس تھا کہ اگرچہ ان کے درس میں زیادہ لوگ شریک نہیں تھے لیکن مرحوم کے درس میں اکثر نامور اور ممتاز علماء موجود تھے۔ البتہ ان میں سے بعض ان کے درس کے ساتھ مخصوص تھے اور شہید بہشتی مرحوم داماد کے درس فقہ کے ممتاز اور نمایاں شاگرد تھے۔ جب میں قم گیا تھا تو شہید بہشتی قم کے مشہور بزرگوں میں سے تھے۔ یعنی اس وقت وہ استاد تھے اور سطوح عالیہ کے طلاب کو پڑھاتے تھے اور میں شہید بہشتی کی کلاس میں جانے والے طلبہ کو جانتا ہوں۔ ان میں "مرحوم داماد" کے فرزندان بھی تھے جنہوں نے بہشتی مرحوم کے دروس میں شرکت کی اور شہید نے اپنے استاد کے بچوں کی تربیت کی۔ فقہ کے نقطہ نظر سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ شہید بہشتی ایک بزرگ شخصیت تھے۔"

"بعد میں ہم نے شہید بہشتی کی اسی وسیع ظرفی اور مضبوط فکر کے اثرات، مختلف مسائل و حالات اور مبارزے کے دوران ہونے والے مباحثوں میں دیکھے۔ شہید کو موضوع پر مکمل دسترس حاصل تھا اور مسائل کو بہترین طریقے سے حل کرتے تھے۔ بعد میں فلسفیانہ مباحث میں یہ بات بالکل واضح تھی کہ مرحوم بہشتی ایک ممتاز شخصیت ہیں۔"

"آپ بہت ہی دیندار اور متقی تھے۔ شروع ہی سے دین اور شریعت کو صحیح طور پر قبول کیا اور پوری پاکیزگی اور خلوص کے ساتھ وہ شریعت کے داعی اور دین کے ماننے والے تھے۔ وہ دکھاوے اور منافقت اور اخلاص اور پاکیزگی کے خلاف کاموں سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے تھے اور اس شخص کو ناپسند کرتے تھے جس میں یہ صفات ہوں۔"

"مرحوم شہید بہشتی اہلِ تحقیق تھے اور ان کا تحقیقی کام خود ایک انقلاب اور مبارزہ تھا۔ آپ جوانی اور نوعمری سے ہی، مبارزہ کے مسائل میں مشغول ہو گئے اور تنظیموں اور سیاسی تحریکوں سے آشنا ہو گئے، پھر قم تشریف لے آئے اور تحصیلی سلسلے جاری رکھا۔ مگر اس دوران بھی سیاسی فکر اور سیاسی رجحانات نے آپ کے ذہن سے پیچھا نہیں چھوڑا۔"

"آپ قم میں اس فکر میں پڑ گیا کہ اگر ہم سیاسی طور پر مبارزہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ہدف کیا ہونا چاہئیے اور کن ذرائع سے لڑائی لڑنی چاہیے؟ واضح رہے کہ یہ بنیادی طور پر شہید بہشتی کے تحقیقی کام کی روح تھی۔ ہدف ایک آئیڈیل اور مثالی معاشرہ بنانا تھا لیکن وہ معاشرہ کس کے ساتھ چلائے کہ وہ اپنے اصل ٹریک پر واپس آئے؟ یہیں سے شہید بہشتی کو احساس ہوا کہ اس کے لئے ایک موثر انسانی قوت کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ کن اوزاروں اور رہنمائی کے ساتھ آگے بڑھانا چاہتے ہیں، یہ یقینی تھا کہ وہ اوزار اور رہنمائی، اسلامی آئیڈیالوجی تھی اور یہیں سے شہید کو اسلام کے اصولی اور بنیادی افکار کا ادراک ہوا۔ ان کی تحقیق اس لیے تھی کہ اسلام کے فکری و اصولی بنیاد سے ہی مبارزے کی ابتدا سے فتح تک رہنمائی کر سکے اور اس فتح کے بعد نئے معاشرے کی بنیادیں ڈال سکیں۔"

"شہید بہشتی خستہ ناپذیر شخصیت تھے۔ انہوں نے فلاحی سکول میں، ہمارے کاموں میں، قرض الحسنہ کے قرض کے فنڈز میں، اشاعت کے دفتر میں، مختلف کتابوں کی طباعت میں، دوست احباب کے کاموں میں، اسلامی تنظیموں کے اقتصادی امور میں، تنازعات کے حل میں بہت زیادہ تعاون کیا اور بہت سے دوسرے کاموں میں جن میں دماغی اور جسمانی مشاغل بھی شامل تھے، لیکن اس کے باوجود کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ شہید بہشتی کو تھکاوٹ کی شکایت ہو، عام طور پر شہید بہشتی ایک حیرت انگیز انسان تھے اور ان میں بے پناہ صلاحیتیں موجود تھیں۔"

"شہید بہشتی، اچھے اور پسندیدہ خصائص کا مجموعہ تھے اور میں نے ذاتی طور پر شہید بہشتی جیسا شخص ماضی یا حال میں نہیں دیکھا۔ آپ کی شہادت واقعی ان کے کردار کی تکمیل تھی اور طبیعی موت ان کے لیے یقیناً معمولی تھی۔ جب شہید بہشتی زندہ تھے تو انہوں نے اپنی تمام تر طاقت اور استعداد اسلام کی ترویج کے لیے استعمال کی اور ان کی شہادت بھی اسلام کی ترویج کے لیے کارگر ثابت ہوئی۔ بلاشبہ ہمیں ان کی شہادت کا بہت دکھ ہوا اور وہ ہم سے اس وقت چھین لیے گئے جب ہمیں ان کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔"

"شہید بہشتی سب سے زیادہ مؤثر تھا، یعنی خود امام کو چھوڑ کر، اس جدوجہد میں کردار ادا کرنے والے، اس جدوجہد کی قیادت کرنے والے اور اس انقلاب کو سنبھالنے والے، سب سے اہم اور متاثر کن شش شخصیت مرحوم شہید بہشتی تھے۔"

"روز ہفتم تیر (ایرانی سال کا ایک مہینہ) اقتدار و استحکام کی علامت ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی شہید بہشتی کو جانتا ہو اور ان کی فیصلہ و اقدام، فکر و خلاقیت اور انتظام و مدیریت کی قوت سے آشنا ہو تو وہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص کو ملک کے انتظامی نظام سے ہٹانے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ شہید بہشتی واقعی ایک مہنگے ایشیائی پتھر کی طرح تھے جس نے اپنی حرکت سے دسیوں چیزیں پیدا کیں۔ شہید جیسی شخصیت، جو انتظام (management) میں، عمل میں، فکر میں، فقہی اور فلسفیانہ بنیادوں میں، تجربے اور عالمی نظریے میں، روشن خیال اور وسیع النظر میں اس مقام و مرتبے پر تھا کہ اگر اس نوخیز نظام کی مدیریت سے باہر نکالا جائے تو وہ نظام مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔"

"شہید بہشتی زندہ ہے ملک کے جدید عدالتی نظام کا بانی معمار تھے. اگر شہید بہشتی، کسی ایسے ملک میں جہاں کوئی عدالتی و قضائی نظام نہیں، وہاں اسکی بنیاد رکھنا بہت آسان ہے بہ نسبت اسکے جہاں کے عدالتی اور قضائی نظام اچھے و برے اور صحیح و غلط پر مخلوط ہو۔ اس نظام کی سمت درست اور اسلامی عدالت کے قالب میں ڈھالنا بہت ہی سخت اور مشکل کام ہے۔"

"شہید بہشتی جیسی شخصیات کی شہادت انقلاب کی حقانیت اور اس کے حامیوں کے اخلاص اور صداقت کو ظاہر کرتی ہے۔ یقیناً اس دن (روز شہادت شہید بہشتی) صرف شہید بہشتی کو شہید کرنا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ سب (پارلیمنٹیرینز) کو مارنا مقصود تھا۔ یعنی انہوں نے منصوبہ صرف شہید بہشتی کے لیے نہیں بنایا۔ اس واقعے میں آیت اللہ ہاشمی، میں(سید علی خامنہ ای حفظہ)، شہید باہنر اور دیگر مارے جانے والے تھے۔ انقلاب کے دوران، انقلاب کی یہ تمام مشہور اور ہمہ گیر شخصیتیں شہادت سے روشناس ہوئیں اور اس مسئلہ سے منہ نہیں موڑا۔"

"بلاشبہ ایران کی سیاسی شخصیات میں شہید بہشتی پہلی شخصیت تھے۔ اس دن نہیں جس دن وہ شہید ہوا تھا۔ شروع سے ہی ایسا تھا۔ انقلابی کونسل میں شروع سے ہی، (ابھی امام کے ایران میں آنے سے پہلے اور امام کی آمد اور حکومت کے قیام کے بعد بھی) وہ انقلابی کونسل کی فعالیت میں مرکزی شخصیت تھی۔ اس چیز کو سب قبول کرتے ہیں۔ اگر انقلابی کونسل کے ارکان میں سے کوئی بھی اس واضح حقیقت سے انکار کرے تو یہ غیر منصفانہ اور ظالمانہ رویہ ہے۔" امام نے فرمایا کہ شہید بہشتی مظلوم تھے۔ ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ وہ کتنا مظلوم تھا۔ لیکن اس پر یہ ظلم کن کی طرف سے کیا؟ جن لوگوں کو شہید کے ظلم کا جواب دینا ہے، ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلامی ایرانی معاشرے میں اسلامی انصاف کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔"

(Farsi.khamenei.ir) رہبر انقلاب کے آفیشل سایٹ سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

عدالت شہید بہشتی کی نظر میں

نصر اللہ فخر الدین

معاشرے میں موجود نا انصافیوں کو ختم کرنا اور غربت و امارت ، زبان و ثقافت ، رنگ و نسل اور دوسرے خود ساختہ امتیازات کو ختم کرکے لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کا قیام اور ظلم و ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے اہداف میں سے ہیں ۔ قرآن کریم بعثت انبیاء کے اس فلسفے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے :

"لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط "بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں ۔[2]

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :

"ولکل أمة رسول فأذا جآء رسولهم قضی بینهم بالقسط وهم لایظلمون "اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے اور جب رسول آجاتا ہے تو ان کے درمیان عادلانہ فیصلہ ہوجاتا ہے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہوگا ۔[3]

شہید ڈاکٹر سید محمد حسین بہشتی ایک عظیم اسلامی مفکر تھے جو انقلاب اسلامی ایران کی جدوجہد میں پیش پیش تھے انہوں نے ایک طرف اپنے عملی جدوجہد اور اپنے خون سے انقلاب اسلامی کی آبیاری کی تو دوسری طرف اپنے نظریات اور افکار کے ذریعے انقلاب اسلامی کا دفاع کیا۔ شہید بہشتی نے مختلف موضوعات کو اسلامی نقطہ نگاہ سے بہت ہی خوبصورت اور واضح انداز میں بیان فرمایا ہے ۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی ان کی شخصیت کے بارے میں فرماتے ہیں : شہید بہشتی ایک حیرت انگیز انسان تھے ۔ وہ بہت سی صلاحیتوں کے حامل تھے ۔ میں نے اب تک آقائے بہشتی

---

2 . سورہ حدید، آیت ۲۵

3 ۔ سورہ یونس، آیت ۴۷

جیسا انسان نہ ماضی میں دیکھا ہے نہ اس دور میں۔ شہید بہشتی کا وجود ایک گرانقدر گوہر تھا جو اسلام کی راہ میں صرف ہوا۔ یہ گوہر نہ گم ہوا اور نہ ضائع۔

شہید ڈاکٹر سید محمد حسین بہشتی کی نگاہ میں اسلامی معاشرہ عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ ہونا چاہیئے، عدالت اجتماعی اور اقتصادی کا قیام اسلامی معاشرے کا ناقابل تفکیک اور بنیادی خصوصیات میں سے ہے۔ چنانچہ شہید فرماتے ہیں: جہاں بھی دین اسلام کی بات ہوں لیکن عدالت اجتماعی نہ ہو تو سمجھو وہ دین اور اسلام جعلی دین اور اسلام ہے۔ شہید بہشتی عدالت طلبی کو انسان کی فطری خصلت سمجھتے ہیں اور کمال و سعادتِ انسانی تک پہنچنے کے لئے اس انسانی فطری ضرورت کو صرف ایک عادلانہ اسلامی معاشرے کے قیام کے ذریعہ ہی پوری کی جا سکتی ہے۔

انسان ایک اجتماعی موجود ہے نتیجتاً اس کی تکامل بھی ڈائریکٹ اُس معاشرے سے مربوط ہے جس میں یہ پرورش پاتا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ بشریت کو سعادت و کرامتِ انسانی کی طرف دعوت دیں لیکن اس کے ماحول اور معاشرے سے لاتعلق رہیں۔ اس اعتبار سے ادیانِ آسمانی میں سے دین مبین اسلام واحد اور کاملترین نظامِ زندگی ہے کیونکہ انسان کی دائمی زندگی کے بارے میں سوچتا ہے اور زندگی کے تمام پہلوؤں میں سعادت کو مدِّ نظر رکھا ہے۔

شہید بہشتی تین نظریات کی بنیاد پر عدالت کو معنا کرتے ہیں:

۱۔ عدالت کا عرفی معنا: کہ دوسروں کے حقوق کی رعایت کرنا اور ضایع کرنے سے روکنا،

۲۔ فلسفی اعتبار سے عدالت کا معنا معتدل رہنا اور کسی ایک طرف تجاوز و زیادتی نہ کرنا اور انحرافی راستوں سے پاک اور محفوظ رہنا،

۳۔ عدالت، اخلاق کے معنا میں جو کہ عدالت کا زرّین معنا ہے۔

شہید بہشتی عدالت کے قیام کو اسلامی معاشرہ اور دین اسلام کا ہدف سمجھتے ہیں چنانچہ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں: کائنات اور انسان کی خلقت عدل و اعتدال اور مساوات و ہماہنگی پر مبنی ہے اور خدا کا تکوینی قانون عدل ہے اور انسان کی ذمہ داری یہ ہے کہ قرآن اور الٰہی بیانات کی روشنی میں عدالت کا قیام کریں اس اعتبار سے

اسلامی معاشرے کے اندر ایک حقیقی اسلامی معاشرہ ہونے کے لحاظ سے عدالت کے منافی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیئے۔

شہید بہشتی اس بات کے معتقد ہے کہ حق و عدالت کی راہ میں جدوجہد کرنے والے لوگ ہی درحقیقت اس زمین کے اصلی مالک ہیں اس جہاں کی حقیقت اور اس کی عمومی حرکت اور زمین و آسمان کی خلقت کا عبث نہ ہونا تقاضا کرتا ہے کہ انسان کی زندگی حق اور عدل کی طرف ہو۔

شہید بہشتی اسلام کو عدالتِ اجتماعی اور اقتصادی کا دین سمجھتے ہیں لیکن اسلام کی تربیتی امور صرف اسی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اسلام ایک انسان ساز دین ہے اور اس دین میں انسان کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے تمام اخلاقی فضائل کے حامل ایک تربیت شدہ انسان بنے۔ صرف عدالت کی بات کرنے اور عدالت خواہی کو شہید کافی نہیں سمجھتے ہیں بلکہ جب تک ان تمام نظریات کو عملی جامہ نہ پہنائے گویا کچھ بھی انجام نہیں پایا ہے۔

شہید بہشتی ایک ہمہ جہت شخصیت

تحریر : محمد بشیر دولتی

کچھ شخصیات کئی اہم صفتوں کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ آیت اللہ شہید ڈاکٹر محمد حسین بہشتی بھی انہیں نابغہ افراد میں سے ایک تھے۔ مشہور مقولہ ہے کہ "وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہے"۔ شہید بہشتی اس خوبصورت جملے کا عملی مصداق تھے۔ تنظیم سازی اوراجتماعی کاموں میں ید طولی رکھتے تھے۔ وہ ایک ہی وقت میں فقیہ بھی تھے، معروف فلسفی بھی تھے، کئی دانشمندوں کو حیرت میں ڈالنے والا ایک دانشمند بھی تھے، سوئے ہوئے جذبات اور منجمد فکروں کو بیدار کرنے والا شعلہ بیان خطیب بھی تھے۔ تاریخ کے اوراق کو لحظوں میں ورق گردانی کرنے والا بہترین مورخ بھی تھے۔ الجھنوں کو لفظوں میں تراش خراش کر سلجھانے والا قلم کار بھی تھے، دینی سانچے میں ڈھلا اور پلا بڑھا زیرک وذی فہم سیاست دان بھی تھے، خود پسندی کے ٹیلوں پر چڑھے ہوؤں کو ایک تسبیح کے دانے میں پرونے والا ناظم بھی تھے، انفرادی زندگی میں مگن لوگوں کو اجتماعی پلیٹ فارم پر لانے والے مدیر بھی تھے، جدید علوم سے آشنا، صاحب نظر اور پانچ عالمی زبانوں انگریزی، جرمن، فرانسوی، عربی اور فارسی زبان کے بہترین سخنور بھی تھے۔

آپ بچپن سے ہی انتہائی ذہین و فطین تھے۔ انیس سو اٹھائیس میں نصف جہاں سے معروف اصفہان میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں ابتدائی دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ آغاز کرنے کی دیر تھی پھر مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا۔ انیس سال کی عمر میں ہی عربی ادبیات، منطق، علم کلام، فلسفہ اور فقہ واصول کی ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے حوزہ علمیہ قم میں تشریف لائے۔

آپ نے اپنے بزرگ اساتید، استاد میر داماد، آیت اللہ بروجردی، آیت اللہ محمد تقی خوانساری اور امام راحیل امام خمینی سے کسب فیض کیا۔ مکاسب وکفایہ جیسی کتابیں چھے ماہ کی قلیل مدت میں ختم کر کے اجتہاد کے لئے درس خارج میں شرکت کرنے لگے۔

امام خمینی رح نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ "شہید بہشتی ایک ملت تھا" رہبر معظم کے مطابق یہ ایک قرآنی اصطلاح ہے جیسا کہ قرآن حضرت ابراھیم کے بارے میں فرماتا ہے (ان ابراھیم کان امۃ) ایک انسان کبھی ایک اجتماع کی مانند ہے اور یہ بات اس بندے کی ہمہ جہت اور کئی پہلوؤں کو واضح کرتا ہے "

رہبر معظم شہید بہشتی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شہید بہشتی کی کئی اہم خصوصیات میں سے ایک گروہی یا تنظیمی کام کرنے کی عادت تھی۔ شہید کے کام کا محور ہی گروہی تھا۔ بہتر ہے کہ ہم یہاں پر شہید بہشتی کی شخصیت کو اس نگاہ سے تحلیل کرے شاید میں یہ کہہ سکوں ایک گروہی مدیر کی تمام خصوصیات ان میں تھیں۔ نہ صرف گروہی کام کا بلکہ گروہی مدیریت کی تمام خصوصیات بھی تھیں "

امام خمینی جب فرانس میں تھے تو شہید بہشتی آپ سے ملنے فرانس پہنچے اس وقت امام خمینی کے حکم پر آپ نے ایران میں ایک تنظیم کی بنیاد رکھی۔

ایران کی معروف تنظیم حزب جمہوری اسلامی جس میں دکتر جواد باھنر، سید عبدالکریم موسوی اردبیلی، اکبر ہاشمی رفسنجانی اور رہبر معظم سید علی خامنہ ائ تھے کی تشکیل میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔

بعد میں جب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تو امام خمینی کے حکم پر رہبر معظم اور آیت اللہ رفسنجانی نے اسے تحلیل کردیا۔

آپ پانچ سال تک جرمنی کے شہر ہیمبرگ میں تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ آپ نے وہاں ایک تنظیم کی بنیاد بھی رکھی۔ آپ کے وعظ و نصیحت اور تبلیغ سے ایرانیوں کے علاوہ دیگر اقوام کے لوگ بھی شرکت کرنے لگے۔ آپ کی تنظیم اور مسجد تبلیغ کا بہترین اور معروف مرکز بن گیا۔ جب ایران میں شاہ کے خلاف انقلاب کا آغاز ہوا تو آپ کے دوست احباب اور عزیز رشتہ دار سب چاہتے تھے کہ آپ جرمنی میں ہی رہ کر آرام سے دین کی تبلیغ کرتے رہیں لیکن آپ نے اپنا فریضہ سمجھ کر اس پر آشوب دور میں خود کو انقلاب کے لیۓ وقف کرنا ضروری سمجھا اور ایران تشریف لائے۔ ایران پہنچ کر آپ نے اپنے آپ کو انقلاب اسلامی کے لیۓ وقف کیا۔

امام خمینی جب ملک بدر ہو کر عراق میں تھے اس وقت بھی آپ نے شہید بھشتی کے نام پیغام میں فرمایا کہ آپ ملت ایران کی مشکلات کو مدیریت کریں۔ آپ انقلاب اسلامی سے بہت پہلے ہی اسلامی حکومت کے خد و خال اور ہماری زمہ داریوں کے موضوع پر درس دیا کرتے تھے۔ آپ کا بیٹا سید علی رضا بہشتی فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ "میں سچائی اور حقیقت کی تلخی اور کڑواہٹ کو منافقت کی شیرینی اور مٹھاس پر ترجیح دینا زیادہ پسند کرتا ہوں، میرے والد محترم منافقت اور دوغلے پن سے شدید نفرت کرتے تھے۔

آپ فقط تنظیم سازی اور مدیریت میں ہی یکتا نہیں تھے بلکہ اپنی ذاتی زندگی میں بھی بہت منظم تھے۔ آپ اپنی ذاتی زندگی میں بھی نظم و ضبط کے انتہائی پابند تھے یہی وجہ ہے کہ میر داماد بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں مرحوم بھشتی کے ساتھ گاڑی میں ان کے گھر جا رہا تھا۔ سڑک پر دور دور تک سناٹا تھا۔ ایک چوراہے پر پہنچا تو دیکھا لال بتی جل رہی تھی۔ ڈرائیور نے گاڑی کو آگے بڑھانا چاہا تو آپ نے منع کر دیا۔

میں نے کہا حضور آپ تو شاہی حکومت کے خلاف ہو تو ٹریفک قانون کا اس وقت اتنا احترام کیوں؟ تب شہید بھشتی نے فرمایا کہ میں شاہ کی حکومت کا مخالف ہوں لیکن نظم و ضبط کا مخالف نہیں ہوں۔

آپ اپنے روز مرہ کے کاموں کو بھی باقاعدہ ٹائیم ٹیبل بنا کر انجام دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے کسی جاننے والے نے قم سے فون کر کے آپ سے ملاقات کے لئے وقت مانگا تو آپ نے ڈائری دیکھ کر دو ماہ بعد کا وقت دیا۔ عزیز ناراض ہو گئے تو دوسرے عزیز نے کہا کہ آپ پھر فون کر کے کہیں کہ ایک مشکل میں ہوں ضروری ملنا ہے آپ کے مشورے کی سخت ضرورت ہے۔

جب اس بندے نے دوبارہ فون کر کے تقاضا کیا تو آپ نے چھے دن بعد نماز فجر سے دس منٹ پہلے کا وقت دیا۔

وہ بندہ رات کو قم سے نکلا مطلوبہ وقت پر دروازے پر پہنچا تو شہید آپ کے استقبال کے لئے پہنچے۔ شہید فرماتے ہیں کہ میں نے یہ نظم و ضبط نماز کی پابندی سے سیکھا ہے۔

جب آپ چیف جسٹس تھے تو کسی خاندانی دعوت میں آپ کے ایک عزیز نے کہا کہ میرا کیس فلاں عدالت میں ہے تمام کاغذی مراحل بھی میں طے کر چکا ہوں بس اس حوالے سے میری مدد کریں تو آپ نے فرمایا کہ اگر حق آپ کا ہے تو آپ کو ہی مل جائے گا۔ آپ کا حق نہیں ہے تو مجھے بتانے کا کوئی فایدہ نہیں ہے۔ دشمنوں سے ایک بہترین دانشور، فلاسفر، سیاست دان اور مدیر دیکھا نہیں گیا۔

منابع :

1۔ احزاب وگروہ ھای سیاسی از دیدگاہ امام خمینی، موسسہ نشر و آثار امام خمینی

2۔ ذوالفقاری، تشکیلات بہشتی، نشر معارف، قم

3۔ شہید بہشتی بے مثال لوگ

آیۃ اللہ شہید ڈاکٹر محمد حسینی بہشتی کے معنوی اور اخلاقی صفات

محمد حسین حافظی

ہر زمانے میں انسان، معنویت اور اخلاقی بحران کا شکار رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کی طرف سے آنے والی تمام ہستیوں کا سب سے بڑا ارمان رہا ہے کہ انسان اخلاقی اقدار اور معنوی فیوضات سے بہرہ مند رہے۔ تاریخ انسانیت میں بھی ہمیں وہی شخص کامیاب نظر آتا ہے جس نے اپنی زندگی میں معنوی اور اخلاقی اصولوں پر چلنے کی کوشش کی ہو۔ ہر دور کی طرح آج کے انسانی معاشرے میں بھی معنوی اور اخلاقی اقدار کو مادی فوائد پر ترجیح دینے والوں کی تعداد کم نظر آتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اپنی زندگی میں سینکڑوں قسم کی اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

انسان کامل بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں موجود تمام استعدادوں میں تعادل اور توازن برقرار ہو۔ ایک انسان اس وقت کامل بنتا ہے جب اس کا جھکاؤ فقط ایک استعداد کی جانب نہ ہو اور دوسری استعدادوں کی طرف سے غفلت نہ کرے، بلکہ اس کے اندر جتنی صلاحیتیں اور استعداد ہوں وہ ان سب کو ترقی دے؛ یعنی ان میں تعادل اور توازن قائم رکھے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے اس سادہ مثال میں غور کریں، جب ایک انسان کا بدن رشد کرتا ہے تو اس کے ہاتھ، پاؤں اور سر وغیرہ ایک ساتھ بڑھیں۔ ایک سالم انسان وہ ہے جس کے تمام اعضاء کے بڑھنے میں ہماہنگی پائی جاتی ہو۔ اب ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک انسان اس طرح رشد کرتا ہے جیسے مضحکہ خیز کارٹون؛ یعنی ایسا ہو کہ اس کے بدن کے باقی حصے تو نہ بڑھیں اور فقط اس کی ناک اتنی بڑھے کہ اس کے باقی بدن کے برابر ہو جائے تو ایسا شخص بڑھتا ضرور ہے لیکن اس کے بڑھنے میں ہماہنگی نہیں اس لئے وہ سالم انسان نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک کامل انسان وہ ہے جس کی تمام انسانی قدریں اکھٹی بڑھیں اور ان میں سے کوئی ایسی نہ ہو جو بڑھنے سے رہ جائے۔ یعنی وہ سب ایک دوسری کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر بڑھیں اور بڑھ کر اعلی درجے تک پہنچ جائیں جب ایسا ہو جائے تو وہ انسان کامل ہو جاتا ہے۔ (مطہری، انسان کامل، مترجم: محمد فضل حق، ص ۴۱-۴۵) لہذا جتنا ہم جسمانی ضرورتوں پر

توجہ دیتے ہیں اتنا ہی معنوی اور اخلاقی ضرورتوں پر بھی توجہ دینا ضروری ہے تاکہ ایک کامل انسان بن سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ رہبر معظم انقلاب فرماتے ہیں : اگر انسان علم ، دانش اور سیاست میں بحر العلوم بنے؛ یعنی علمی آخری مدارج طے کرنے میں کامیاب ہوجائے ، لیکن وہ اسلامی نیک اخلاق کی صفات سے مزین نہ ہو، ایسا انسان معاشرہ کے لئے سود مند نہیں (یعنی معاشرے کے لئے نہ صرف سودمند نہیں، بلکہ آفت ہے) (بیانات در دیدار نخبگان جوان، ۲۵۔۰۶۔۱۳۸۵)

تواضع، اخلاص، فروتنی، خدا کے بندوں کے ساتھ مہربانی اور خدا کے دشمنوں کے ساتھ سختی سے پیش آنا، سب سے زیادہ قیمتی گوہر ہے ۔ معنویت اور اخلاق کی اسی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اخلاقی ہونے سے کیا مراد ہے؟ اخلاقی ہونے سے مراد یہ ہے کہ کچھ حقوق ایسے ہیں جن کا تعلق انسان کی فطرت کے ساتھ ہے اور ان کے وجود میں آنے کے لئے کسی قانون کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ان کے وجود میں آنے کو انسان کا ضمیر اور اس کی عقل ضروری سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ حقوق انسان کے باطن کے ساتھ وابستہ ہیں اسی وجہ سے ان کی خلاف ورزی پر انسانی ضمیر ملامت کرتا ہے (محمد سالم محسنی، ۱۳۹۶ : ۱۱۰)

اسی طرح معنوی ضروریات، مادی ضروریات کی طرح انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالی نے انسان کو اپنی عبادت، بندگی اور دعا کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کی روحانی اور معنوی ضروریات بھی پوری ہوں۔ اگر انسان، اللہ کی عبادت کو نظرانداز کردے تو اس کی معنوی ضروریات کی نسبت اس نے سہل انگاری سے کام لیا ہے جس کا نقصان اتنا زیادہ ہے کہ جبران کرنا ممکن نہیں ۔ اگر انسان مادی لذتوں کو اپنی زندگی سے کم کرے ایسا شخص معنویت کی لذت سے بہرہ مند ہوگا اور جسے معنویت کی لذت ملے اس کا کوئی ثانی نہیں ہے ۔ نماز شب پڑھنے والے اہل تہجد اور سحر خیز کو اپنی نماز، دعا اور استغفار سے جو لذت ملتی ہے وہ ایک عیاش کی مادی لذتوں سے قابل مقایسہ نہیں ہے ۔ (اندیشہ مطہر، بحث زہد)

دنیا میں اگر کوئی شخص کامیاب ہوا ہے تو اس میں معنویت اور اخلاق کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے ۔ انہیں کامیاب اور عظیم شخصیات کی فہرست میں آیۃ اللہ شہید ڈاکٹر محمد حسینی بہشتی کا نام بھی آتا ہے ۔ شہید بہشتی کی معنوی اور اخلاقی صفات کے بارے میں لکھی ہوئی کتابیں، مضامین، رسالے اور جرائد کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ

آپ بے شمار انسانی اخلاق سے سرشار تھے۔ آپ کی معنوی برجستہ صفت یہ تھی کہ آپ نماز کو ہمیشہ اول وقت میں پڑھنے کے پابند تھے چاہئے کتنے ہی ضروری کام میں مصروف نہ ہو، آپ ایک بہترین سیاست دان تھے لہذا مختلف میٹنگز وغیرہ میں مصروف رہتے تھے، میٹنگ کے دوران اگر نماز کا وقت آجاتا تو چاہئے کتنی ہی اہم میٹنگ کیوں نہ ہوتی اسے چھوڑ کر نماز کی ادائگی کو ضروری سمجھتے تھے۔ اسی طرح آپ نماز تہجد کے بھی پابند تھے۔ اتنے بڑے رتبے پر ہوتے ہوئے بھی آپ میں انکساری کی کوئی انتہا نہ تھی، آپ سب کے ساتھ فروتنی اور احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آج کے زمانے میں جتنا انسان کا رتبہ بڑھتا ہے اتنا ہی وہ مغرور ہوتا جاتا ہے اور دوسروں کو وہ اپنے سے پست سمجھتا ہے، لیکن آپ میں یہ خصوصیت پائی جاتی تھی کہ آپ سب کو ایک نگاہ سے دیکھتے تھے غریب، فقیر اور امیر میں وہ کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ حقیقت یہی ہے کہ انسان کے پاس جتنا علم آتا ہے اتنا ہی اس کے تواضع اور فروتنی میں بھی اضافہ ہوتا ہے ایک درخت میں جتنا زیادہ پھل ہوگا اتنا ہی وہ جھکا ہو نظر آئے گا۔ شہید بہشتی علمی میدان میں ایک فقیہ کا مقام حاصل کر چکے تھے۔ اس کے باوجود آپ کی تواضع میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی ۔شہید باہنر کہتے ہیں: شہید بہشتی اپنے منصب اور شخصیت کے اعتبار سے متانت اور ہیبت کے حامل ہونے کے باوجود تواضع سے برخوردار تھے اور نہایت ادب سے پیش آتے تھے آپ کی نشتیں عام طور پر صداقت واخلاص کے ہمراہ ہوتی تھیں، آپ کے خیالات اور فیصلے عادلانہ ہوتے تھے، اعتماد بخش تھے اور اطمینان آور تھے۔ (مجلہ مرزداران، سال دوم، ش ۲۲، ص ۱۵)

اسی طرح آپ کے اخلاقی صفات کے بارے میں لکھا ہے کہ حق کو قبول کرنے کی صفت آپ میں موجود تھی۔ انسان کی سب سے بڑی ناکامی اور خامی یہی ہے کہ جب اسے اپنے خلاف حق پر مبنی کوئی فیصلہ یا حکم سننے کو ملتا ہے تو اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، لیکن تاریخ انسانیت میں کچھ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ جنھوں نے انسانیت کے اعلی مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود ہمیشہ حق کی سربلندی کے لئے کوشش اور جدوجہد کرنے سے گریز نہیں کیا، انہیں عظیم شخصیات میں سے ایک شہید بہشتی بھی ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی حق کی سربلندی کے لئے وقف کر دی۔ آپ ہمیشہ حق کے طرف دار تھے خواہ وہ اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کے گھریلو

زندگی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گھریلو کاموں میں آپ اپنی زوجہ مکرمہ کا ہاتھ بٹانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ بچوں کی پڑھائی کا خاص خیال رکھتے تھے، آپ اپنے بچوں کو نہ کھلی آزادی دیتے تھے اور نہ ہی انہیں سخت دباؤ میں رکھتے تھے۔ ایک اور مشہور اخلاقی صفت آپ میں یہ تھی کہ آپ نے ہمیشہ انسانیت کی خدمت کو عبادت سمجھ کر انجام دیا ہے۔ اس راہ میں آپ کو مخالفین کی طرف سے طرح طرح کی اذیتیں دی گئی، لیکن کبھی بھی آپ نے صبر اور استقامت کا دامن نہیں چھوڑا، بلکہ آپ کا یہ مشہور و معروف جملہ کتابوں میں ملتا ہے کہ **ہم خدمت کے مشتاق ہیں نہ اقتدار کے طالب** یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس راہ میں تمام تر الزام تراشیوں اور تہمتوں کے جواب میں سکوت اختیار کیا اور صرف اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں مصروف رہے۔ یہ ہمارے لئے بھی ایک عظیم درس ہے کہ جب بھی خدا کی راہ میں کوئی کام انجام دینا ہو تو نظر صرف اپنی ذمہ داروں کو نبھانے پر رکھنی چاہیئے بے شک ایسے کاموں میں موانع اور طرح طرح کی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں لیکن ان کی پرواہ کئے بغیر شہید بہشتی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اگر اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش میں مصروف رہیں تو یقینا ہم بھی اپنی مشن میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

شہید ڈاکٹر بہشتی کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ خواہشات نفسانی پر کنٹرول کرنے کے گر سے آشنا تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی بیت المال کو اپنی ذات کے لئے استعمال نہیں کیا، بلکہ اپنی ذاتی محنت اور مشقت کی کمائی سے اپنا گھر چلاتے تھے۔ آپ ایک فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی زبان (انگلش) پر مکمل عبور رکھتے تھے اور مختلف جگہوں میں انگلش پڑھایا کرتے تھے، یہی آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ معاشرہ میں لوگوں کی دو قسم پائی جاتی ہیں، ایک قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اخلاقی صفات، صبر، استقامت، رحم دلی، فداکاری وغیرہ اس وقت تک اپناتے ہیں جب تک ان میں اپنا مفاد دیکھتے ہیں، دوسرے قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ان اخلاقی صفات کو کسی مفادات کے بغیر اپنا دینی اور شرعی فریضہ سمجھتے ہوئے اپناتے ہیں، شہید ڈاکٹر بہشتی کا تعلق دوسرے قسم کے لوگوں سے تھا آپ کسی بھی مادی مفادات کے بغیر صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر لوگوں پر احسان

کرتے تھے، مشکلات کے وقت صبر و استقامت سے کام لیتے تھے اور ہمیشہ لوگوں کی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔

شہید بہشتی کی چند اہم خصوصیات پر ایک نظر

فرمان علی سعیدی شگری

عدالت خواہی اور معاشرے سے پسماندگی اور محرومیت کو دور کرنا انبیاء الہی کے بنیادی اور اساسی کاموں میں شمار ہوتے تھے۔ انبیاء کی پیروی اور اوران کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شہید بہشتی نے اپنی سیاسی اور سماجی آرمانوں کو قرآن کے مطابق لانے کی کوشش کی۔ شہید بہشتی قیام عدل اور معاشرے سے پسماندگی اور محرومیت کو دور کرنے کیلیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ انقلاب اسلامی ایران کو اپنے قیام سے لے کر اب تک، شہید بہشتی جیسی عظیم شخصیات اور افراد نصیب ہوا ہے جو انقلابی سوچ اور فکر کے ساتھ اپنی جان و مال، ثروت اور آبرو الہی اور انقلاب اسلامی کے آرمانوں اور بلند اہداف کے لیے قربان کر دئیے۔ شہید بہشتی نے انقلاب کے ابتدائی ایام سے ہی اپنی تمامتر قوت اور طاقت کے ساتھ امام خمینی (رح) کے ساتھ دیا اور کسی بھی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا۔

ان مجاہدانہ کوششوں نے ان کو یہاں تک پہنچا دیا کہ اپنی جان اور خون سے انقلاب اسلامی سے اپنی وابستگی، الہلانہ محبت اور سچائی کو ثابت کردیا اور خود کو اس آیہ کریمہ کے مصادیق میں سے قرار دے دیا: "مِنَ الْمُؤْمِنِینَ رِجالٌ صَدَقُوا ما عاہَدُوا اللَّہَ عَلَیہِ ۖ فَمِنْہُم مَن قَضیٰ نَحبَہُ وَمِنْہُم مَن یَنتَظِرُ ۖ وَما بَدَّلوا تَبدیلًا" (احزاب/22)

مومنین میں ایسے بھی مرد میدان ہیں جنھوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ہے ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی ہے۔

مردان خدا کی ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے رفتار و گفتار کو الہی اور قرآنی تعلیمات سے ہماہنگ اور مطابق ہو اور جو راستہ اللہ تعالی نے ان کے لیے مشخص اور معین کیا ہے اسی راستہ پر چلے اور انبیاء اور اولیاء الہی کی سیرت اور راستہ کو اپنے لیے آئیڈیل اور نمونہ عمل قرار دیں۔

شہید بہشتی انہی افراد میں سے ایک تھے جو اسلامی تعلیمات کے حصول کے ساتھ ایک خستہ ناپذیر مجاہد کی طرح، ایسے راستے کو انتخاب کیا جو انبیاء کی راہ و روش تھی۔ امام خمینی (رح) شہید بہشتی کی عظمت اور مقام کو بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں : " بهشتی یک ملت بود، برای ملت ما" شہید بہشتی ایک ملت تھا، ہماری قوم اور ملت کیلیے۔ یہ عبارت ایسے شخص کے لیے جچتا ہے جس کی طرز زندگی مورد تائید ہو اور اولیاء الہی کی سیرت اور روش کے مطابق ہوں۔ امام خمینی (رح) کی یہ عبارت قرآن کریم کی آیات میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

1۔ توحیدی زندگی شہید بہشتی کا طرز زندگی

شہید بہشتی جیسے مرادن الہی کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت، خدا پر یقین اور معرفت میں غرق ہونا ہے۔ ڈاکٹر بہشتی اپنی زندگی میں اس طرح خداوند متعال کے بارے میں بولتے تھے گویا کہ خدا کو تمام عظمت اور بزرگی کے ساتھ مشاہدہ کرتا ہو۔ کفر اور نفاق کے مقابل میں ان کی استقامت اور پائیداری کا راز یہی خدائی جذبہ تھا۔ شہید بہشتی کی زندگی استقامت صبر اور تحمل سے بھری ہوئی تھی۔ ان کو یقین کامل تھا کہ اپنے خالق اور پالنے والا کبھی ان کو تنہا نہیں چھوڑے گا بلکہ ہر موڑ پر خداوند متعال ان کی مدد کرے گا۔ بہشتی خدا کے لیے بولتے تھے، صبر کرتے تھے اور صرف خدا کے رضا کے لیے قیام کرتے تھے۔ (علی کردی، مرکز اسناد انقلاب اسلامی، زندگی و مبارزات شہید بہشتی، ص44)

2۔ حق کا دفاع اور باطل سے مقابلہ

انبیاء الہی کے اہم ترین اور واضح ترین خصوصیات اور صفات میں سے ایک حق طلبی، حق کا دفاع کا اور ستکبار اور باطل سے مقابلہ تھیں۔ گرچہ بعض افراد کی راہ و روش گوشہ نشینی اور معاشرے سے کٹ کے رہنا ہے۔ لیکن انبیاء الہی کی طرز زندگی اور راہ و روش گوشہ نشینی نہیں ہے اسی لیے ابنیاء الہی ہمیشہ باطل، طاغوت اور استکبار سے مقابلہ کے لیے صف اول میں کھڑے ہوتے تھے۔ نمونہ کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کفار اور ناحق سے برائت اور تبری کو ان کی زندگی میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے: " وَ اِذْ قالَ اِبْراهيمُ لِأَبيهِ وَ قَوْمِهِ اِنَّنى بَراءٌ مِمّا تَعْبُدُون"۔ (زخرف/26)

شہید بہشتی کی طرز زندگی میں باطل اور استکبار سے مقابلہ کرنے کی سوچ اور فکر کو مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ شہید بہشتی ایک جگہ پر فرماتے ہیں: "ہم نے انقلاب سے سیکھا ہے کہ جب انسان ذمہ دار اور تعلیم یافتہ انسان، چاہے مرد یا عورت، جب انسان کا حق پائمال ہورہا ہو، جب اس کے حقوق پر حملہ کیا جاتا ہے، جب اس دین اور ایمان پر حملہ اور تجاوز ہوتا ہے، جب اس کے آرمان پر حملہ ہوتا ہے، جب اس کے گھر، زندگی، ناموس اور عزت اور آبرو پر حملہ ہوجائے، جب جو چیز صحیح اور جائز طریقے سے حاصل کیا ہو، اس پر حملہ اور تجاوز ہوجائے، ایسا شخص آرام اور سکون سے نہیں بیٹھے گا اور تسلیم نہیں ہوگا۔ ایسا انسان خاموش نہیں بیٹھے گا بلکہ مقابلہ کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اپنے حقوق کے حصول کیلیے جوش و جذبہ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے، کوشش کرے گا اور قیام کرے گا۔ (حسن اردشیری لاجیمی، گزدہ ای از دیدگاہ ہای شہید بہشتی، ص 212

3۔ قیام عدل کے لیے کوشش اور محرومیت اور پسماندگی کے خاتمہ کے لیے جدوجہد

قیام عدل اور عدل اجتماعی کے قیام کے لیے جدوجہد اور معاشرے سے محرومیت اور پسماندگی کا خاتمہ انبیاء الٰہی کا ایک بنیادی اور اساسی مشن رہا ہے۔ شہید بہشتی جیسے افراد نے بھی اپنی سیاسی اور اجتماعی آرمانوں کو قرآنی اور الٰہی اہداف کے مطابق قرار دینے کی کوشش کی، عدل اجتماعی کے قیام اور محرومیت کے خاتمہ پر خاص توجہ دیتے تھے۔ شہید بہشتی کی بہت ساری تقریریں اسی موضوع پر ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "ہر معاشرہ اور اجتماع میں تمام فساد اور فتنوں کا جڑ ایک طاقتور اور عادل نظام کا نہ ہونا ہے کہ اس کا نام حکومت صالح رکھتے ہیں، مشکل کو یہاں سے حل کرنی چاہیے، جمہوری اسلامی جب تک عدل اقتصادی، سیاسی اور اجتماعی کے قیام میں کامیاب نہیں ہوجائے، اپنی ذمہ داری کو ادا نہیں کیا ہے، نص قرآنی کے مطابق، اسلامی اور دینی معاشرہ وہ معاشرہ ہے جس میں لوگ انبیاء الٰہی کے تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر وہاں عدل قائم کریں"۔ (ایضا، ص208)

4۔ خود پر اعتماد، عزت نفس، استقلال اور کفار پر اعتماد اور تکیہ نہ کرنا

شہید بہشتی جیسے انقلابیوں کی کامیابی کے رازوں میں سے ایک راز، کفاراور سامراجی اوراسکتباری طاقتوں پراعتماد اور اعتماد نہ کرنا ہے۔ "وَ لا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَ ما لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِياءَ ثُمَّ لا تُنْصَرُونَ"۔ (ہود/13) اورخبردار تم لوگ ظالموں کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرنا کہ جہنّم کی آگ تمہیں چھولے گی اور خدا کے علاوہ تمہارا کوئی سرپرست نہیں ہوگا اور تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

شہید بہشتی فرماتے ہیں : "ہمارا ایجنڈا اور پروگرام یہ ہے کہ ہم خود بوئیں، خود کھائیں اور اپنی زمین پر خود بیٹھیں، امریکہ اور روس اور کسی بھی بڑی طاقت کو باج نہ دیں، ہماری خارجہ پالیسی کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول یہ ہے کہ ہر مہاجم اور حملہ کرنے والے سے دفاع کے لیے ہم خود اپنے پیروں پر کھڑے ہوجائیں، افسوس ہے ہماری اس حالت پر جب دوسری طاقتیں ہمیں چلانے اور اداره کرنے کی کوشش کریں، طول تاریخ میں صرف وہ قومیں اور ملتیں عزت اور واقعی کامیابی حاصل کرلی ہیں جنھوں نے وابستگی اور غلامی سے چشم پوشی کی ہیں۔" (ایضا، ص210)

عدالت اور کرپشن سے مقابلہ شہید بہشتی کے افکار میں

صادق الوعد

خلاصہ (Abstract)

اسلام کے سنہرے اصولوں میں سے ایک اصل عدالت ہے جس کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ انفرادی اور سماجی زندگی کے ہر پہلو کو شامل کرتا ہے۔ تمام نفسیاتی، اقتصادی اور سماجی مشکلات کا حل اصل عدالت کی پابندی میں پوشیدہ ہے۔ شہید ڈاکٹر بہشتی کا ماننا ہے دنیا کے کونے کونے میں اصل قانون عدالت لوگوں کی سماعت تک پہنچانا اسلام اور دین کے پیغامات پہنچانے کے کافی ہے۔ دنیا خاص کر عصر حاضر میں لوگ سب سے زیادہ عدالت کے پیاسے ہیں۔ دوسرا عنصر مقصد تخلیق سے روشناس کرانا ہے۔ عصر حاضر میں بہت سے خوشحال معاشروں کا اہم اور بڑا مسئلہ، مقصد حیات کے تصور کا فقدان ہے۔ شہید بہشتی کے افکار کی روشنی میں کرپشن سے نمٹنا سب سے آسان امر ہے کیونکہ خود لوگ اس قانون پر عمل ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔

مقدمہ

عدالت کیا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جسے سب سے پہلے سقراط نے اپنی کتاب "افلاطون کی جمہوریت" میں ذکر کیا ہے۔ تب سے یہ مسئلہ علم فلسفہ اور تمام سماجی مفکرین کے اہم مسائل میں سر فہرست رہا ہے۔ ارسطو عدالت کو حیوان اجتماعی یعنی انسان کی سب سے اہم اور بڑی ذاتی فضیلت شمار کرتا ہے۔

عدالت، نہ صرف انسانی حیات اور سماج کی ضرورت ہے بلکہ یہ فطری اور انسانیت سے وابستہ امر ہے۔ اس لئے کسی بھی معاشرے کی بقاء اور استمرار اسی مسئلے سے جڑا ہوا ہے۔ اس نظر سے اسلام اور عدالت ایک سکے کے دو رخ ہے، بلکہ حقیقت دین ہی عدل و انصاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہید بہشتی ایک مقام پر فرماتے ہیں: اگر کوئی کہے

مذہب اور اسلام تو ہے لیکن وہاں عدل نہ ہو، تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ دین اسلام جعلی ہے۔[4] لیکن سماجی انصاف کا حقیقی مفہوم اس سے بہت وسیع ہے جس مفہوم کو عام عرف والے تصور کرتے ہیں یعنی صرف اقتصادیات میں عدالت کافی نہیں بلکہ جس معاشرہ اور نظام میں، انسانی وجود کے ہر ایک ابتدائی ضروریات پر عادلانہ توجہ نہ ہو تو، اس نظام کو عادلانہ نہیں کہلائے گا ۔ انقلاب اسلامی کی کامیابی پھر نظام کی تشکیل میں شہید ڈاکٹر بہشتی کے افکار سے دنیا بخوبی واقف ہے ۔ شہید بہشتی کی ہیمبرگ اسلامک سنٹر کے امام کی حیثیت سے یورپ اور جرمنی میں موجودگی، انگریزی اور جرمن زبانوں پر ان کی مہارت اور سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں ان کی معروضی اور ٹھوس معلومات نے انہیں دنیا میں ایک منفرد شخصیت بنا دیا۔ نسل جدید آپ کے افکار کی طراوت و تازگی کو اب بھی محسوس کرتی ہے ۔

اس مختصر سی تحریر میں شہید بہشتی کی نظر میں عدالت کا حقیقی مفہوم اور کرپشن سے نجات اور معاشرہ سازی کے بارے میں نظریات کو رقمطراز کرنے کی کوشش کریں گے ۔

عدالت کیا ہے ؟

شہید ڈاکٹر بہشتی کی نظر میں عدالت تین زوائیے سے قابل ادارک ہے۔

پہلا، : عدالت کا جو عرفی مفہوم ہے اس سے مراد دوسروں کے حقوق پامال ہونے سے روکنا ہے ۔

دوسرا : فلسفی نقطہ نظر سے عدالت، معتدل ہونا افراط و تفریط کا شکار نہ ہونا ہے ۔

تیسرا : اخلاقی لحاظ سے عدالت ۔

ڈاکٹر بہشتی کی نظر میں عدالت انسانی زندگی کے ایک خاص شعبے مثلا سماجیات یا معاشیات سے مخصوص نہیں بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں اعتدال اور خلاف ورزی نہ کرنا حقیقی عدالت ہے ۔ کیونکہ انسان اور اس کائنات کی تخلیق عدل اور توازن کی بنیاد پر ہوئی ہے ۔ اسلام میں عدل کا میدان اتنا وسیع ہے کہ اسلام کا نقطہ نظر کائنات اور نظام

---

[4] https://www.mehrnews.com/news/5418756 ر۔

ہستی میں عدل پر مبنی ہے ۔ (حسینی، بہشتی، سید محمد، درس گفتارہای فلسفہ دین. ص 215 ، ناشر : آثار اندیشہ ہای شہید بہشتی، تہران 1383 1392)

یہ معتدل اور متوازن ہے ۔ اِنّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقنَاہُ بِقَدَرٍ (قمر 49) لہذا تعلیمات قرآن کی روشنی میں انسانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ انسان بھی اپنی زندگی اسی قانون کی پیروی میں گزاریں ۔ ایسی کوئی چیز نہ ہو جو عدل کے خلاف ہو۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عدالت کا آغاز انسان اپنے افعال اور رفتار سے کرے ، اپنی زندگی کے تمام امور میں عدالت مشاہدہ ہو تا کہ دیگر شعبہ جات زندگی میں نظام عدل قائم کر سکے ۔

سماج میں عادلانہ نظام کیسے قائم ہوگا؟

کسی بھی فکر اور نظریے کو سماج میں عملی جامہ پہنانے سے ہی اس کی اہمیت اور قدردانی کی جاتی ہے ۔ ہر فطرت سلیم رکھنے والا انسان یہی چاہتا ہے کہ معاشرے میں قسط وعدل کا بول بالا ہو۔ ہر انسان کو اس کا پورا حق ملے اور یہی ہمارا دین بھی کہتا ہے ۔ لیکن یہاں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ اس نظریئے کو کیسے معاشرے پر لاگو کریں تاکہ لوگ اس کی افادیت کو محسوس کر سکیں ۔ اس حوالے سے مختلف نظریات اور روش بیان ہوئے ہیں ۔

شہید بہشتی کا نقطہ نظر

عدل کے قیام کے لیے اسلام نے جو سب سے اہم اور جامع اصول پیش کیا ہے وہ شخصی اور انفرادی مرکزیت پر مبنی حکمرانی کو سختی سے مسترد کرنا ہے ۔ کیونکہ انفرادیت سے مسائل میں مزید پیچیدگیاں اور الجھنیں پیدا ہوتی ہیں ۔ اس لئے اسلام فرد محوری کے بجائے اجتماعیت اور قانون مندی کی ترغیب دلاتا ہے تاکہ ایک متوازن اور پھلتا پھولتا مستحکم معاشرہ وجود میں آسکے ۔ اسی نقطہ کی بناء پر اسلام معاشرے کے فرد کو معاشرتی مسائل کے بارے میں ذمہ دار گرادنتا ہے اور ہر ایک کے کندھے پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ علم اور قانون کی حکمرانی کی طرف قدم بڑھائیں اور شب وروز زحمت کریں تب ہی تہذیب ناب کی تعمیر ممکن ہے ۔ اس کے بغیر نظام عادلانہ کے قیام کی تمام کوششیں انسانی اور مادی سرمائے کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں ۔

شہید بہشتی اپنی کتاب " ولایت ، رہبری ، روحانیت " میں ایک باریک نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ یہ کہ کیا کبھی اپنے آپ سے استفسار کیا ہے کہ دیگر ادیان جیسے دین عیسوی اور موسوی اپنے اپنے پیغمبروں کے اسماء سے منسوب ہے دین اسلام کیوں اپنے پیغمبر (ص) کے مبارک نام سے منسوب نہیں کیا گیا ؟ محمدی کہلانے کے بجائے کیوں ہمیں مسلمان کہا جاتا ہے ؟

شہید بہشتی سورہ آل عمران کی آیت 85 سے اقتباس کرتے ہوئے فرماتے ہیں : دین خاتم کے بے مثال اصولوں میں سے ایک یہی ہے کہ حتی پیغمبر اسلام (ص) کی ذات گرامی بھی فرد کے عنوان سے تعارف اور ذکر نہ کیا جائے ۔ یعنی اسلام انفرادیت اور ذاتیات سے بالاتر ہے ۔ (حسینی ، بہشتی ، سید محمد ، ولایت ، رہبري ، روحانیت ، ص 233 ، ناشر : آثار اندیشہ ہای شہید بہشتی ، تہران 1383ہ. ش)

دین کی تبلیغ کے لئے نظریہ عدالت کافی ہے ۔

ڈاکٹر شہید بہشتی کے افکار کی روشنی میں انسانی اصولوں پر مبنی نظریہ عدالت کو تمام معاشروں تک پہنچایا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ یہ انسانیت کی ضرورت اور ایک آفاقی اصول میں سے ہے ۔ یہاں تک کہ شہید فرماتے ہیں : صرف اصل عدالت کا فروغ ، دین مبین اسلام کی تبلیغ کے لئے بھی کافی ہے ۔

شہید بہشتی مزید بیان فرماتے ہیں : اس وقت جو دنیا کا ماحول بنا ہوا ہے اسی ماحول میں ہم دنیا کے گوشہ وکنار کے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا چاہیں تو سب سے بہترین ذریعہ اور ایک ہی مناسب طریقہ ہے ۔ وہ ہے لوگوں تک بس یہ پیغام پہنچا دیں کہ ہمارا دین حق اور عدل پر مبنی دین ہے ۔ ہمیں چاہیے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق جواب دیں اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ ہم کس دور میں جی رہے ہیں اور یہ دور کس چیز کا طلبگار رہے ۔ ؟

اس وقت پورے مشرقی اور مغربی محافل دو چیزوں کی تلاش میں ہیں ۔ ان میں سے ایک عدالت اور انصاف ہے ۔ ہر جگہ انسانیت ظلم کا شکار ہے ، ان میں جبر اور ظلم کی وجہ سے شدید بے چینی پائی جاتی ہے ، جو بعض اوقات پر تشدد مزاحمت کی تحریکیں جنم لینے کا باعث بنتی ہے ، اور اگر یہ پر تشدد مزاحمت پر منتج نہ ہو تو ان کے دلوں میں موجودہ نظام

اور سسٹم سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ ساتھ دلوں میں عدالت سے محبت اور انصاف کی خواہش خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں ہم آفاقی قانون یعنی عدالت کے ذریعے دین کے تمام پیغامات پہنچا سکتے ہیں۔ (حسینی، بہشتی، سید محمد، کتاب حق و باطل از دیدگاہ قرآن، شہید بہشتی ص 26، بنیاد نشر آثار و اندیشہ ہای شہید آیت اللہ دکتر بہشتی. ۱۳۹۰ش)

مقصد تخلیق اور نظام عدل کا تصور

اس دنیا میں کوئی بھی چیز عبث اور بے مقصد نہیں بنائی گئی۔ جیسا کہ خود قرآن کہتا ہے: وَهُوَالَّذِي خَلَقَ السَّموات والاَرضَ...... لِيَبلُوَكُم اَيُّكُم اَحسَنُ عَمَلاً (سورہ ملک آیت 2) أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (سورہ مومنون آیت 115) ان دو آیات کی روشنی میں ہدف خود انسان نہیں بلکہ انسان کا ہدف خدا ہے، کیونکہ اسی کی طرف سے آیا ہے اور اس کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ بامقصد زندگی کا تصور انسانی زندگی اور کردار سازی میں کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ حیات دنیوی اور اخروی کو سمت دیتا ہے۔ (حسینی، بہشتی، سید محمد، حق و باطل از دیدگاہ قرآن، ص 42،)

عصر حاضر میں بہت سے خوشحال معاشروں کا اہم اور بڑا مسئلہ، مقصد حیات کے تصور کا فقدان ہے یہی وجہ ہے کہ ان معاشروں میں نت نئے اوزار کے ذریعے لبوں پر مصنوعی مسکان لانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ پھر بھی خودکشی، عزلت نشینی، نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں کیونکہ اس کی حقیقی تشنگی کو بجھانے میں ناکام ہیں۔ انسان حق اور سچ کا پیاسا ہے، یعنی انسان کی فطرت حق پرست اور سچائی سے محبت کرنے والی ہے۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی کی روشن سمت، واضح مقصد اور مثبت نتیجہ پر اختتام ہو۔ لہذا جب انسانی حیات بامقصد ہے تو جو چیز اس ہدف کی رسائی میں مانع بنے تو قرآن کی نظر میں وہ ظلم ہے یعنی حق سے انحراف۔ لہذا حیات بامقصد سے کج روی ہی عدالت کی راہ میں مانع اور کرپشن اور بدعنوانی کی بنیاد ہے۔ شہید بہشتی کے نقطہ نظر سے، معاشرتی تمام مشکلات اور برائیوں کی بنیاد اجتماعی عدالت سے دوری ہے جس سے فکری جمود کو ہوا اور معاشرے میں تعصب تیز اور اخلاقی اقدار پر سوال اٹھنے کا سبب بنتے ہیں، جس کی وجہ مذہب کو بطور ہتھیار استعمال کرنا عام ہوجاتا ہے۔

کسی بھی معاشرے میں جب بھی کوئی بحران سر اٹھائے اور افراتفری کا شکار ہوجائیں تو بیرونی اسباب و عوامل کار فرما نہیں ہوتے بلکہ بحران میں اس لئے مبتلا ہوئے ہیں کیونکہ وہاں حق اور انصاف کا علمبردار نہیں ہوتے ہیں۔

روزمرہ کے مسائل اتنے بڑھ چکے ہیں اس کے دباؤ میں انسانی صلاحیتیں، بدعنوانی اور تباہی پر اختتام ہوتی ہیں کیونکہ ایک بیمار معاشرہ بیمار لوگ پیدا کرتا ہے اس کے مقابل میں صرف ایک سالم معاشرہ ہی ایک بیمار انسان کو نجات دلاسکتا ہے۔ بہت سے اسلامی مفکرین منجملہ شہید بہشتی کا نظام سرمایہ داری اور سوشلزم پر تنقید کرنے کی ایک وجہ یہی ہے۔ وہ معاشرہ جس میں گناہ، فساد، تباہی، ظلم و ستم اور جبر کا راج ہو، ایسا معاشرہ انسانی قوتوں اور خوبیوں کے زوال کے لیے سازگار ماحول ہوتا ہے۔ (ایضا، ص 95)

جیسے ہی ہم انصاف اور عدالت کے حوالے سے بے حس ہو جائیں گے غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ نظام مزید گہرا ہوتا چلا جائے گا اور اسے تقویت ملتی ہے جس کے نتیجے میں معاشرے میں مافیا، سود خوری، دلالی، کرپشن اور منافع خوری کا سکہ چلنا شروع ہوتا ہے یوں ہر گزرتا لمحہ معاشرہ ابتر ہوتا جاتا ہے جس سے نکلنا ناممکن نہ ہو تو بھاری قیمت چکانا پڑتا ہے۔ (حسینی، بہشتی، سید محمد، بایدہا و نبایدہا، ص 117 تہیہ و تنظیم بنیاد نشر آثار و اندیشہ ہای آیت اللہ شہید دکتر بہشتی : تہران : بقعہ، ۱۳۸۰.)

عدالت اجتماعی کی حدود اور اہمیت شہید بہشتی کی نگاہ میں

فدا حسین ساجدی

کسی بھی انقلاب کی کامیابی کے لئے فکری تبدیلی اور نظریات کی بنیاد فراہم ہونے کی ضرورت ہوتی ہے جو عوام کی فکر اور اعتقاد میں گہرا اثر پیدا کریں اور اس انقلاب کے اہداف کے حصول کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور جان فشانی کے لئے تیار ہو جائے۔

ایران کے اسلامی انقلاب نہ صرف ایک دینی اور مذہبی انقلاب تھا بلکہ ایک عوامی انقلاب تھا اسی لئے اسلام کے معاشرتی اور سماجی پہلو کو قابل عمل قانون کی شکل دینے اور عوامی مفاد اور ان کی معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کی خاطر نظام اسلامی کے نفاذ کے لئے اسلامی تعلیمات پر گہری نظر رکھنے والی شخصیات کی ضرورت تھی۔

ایران کے اسلامی انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے عوام کو فکری اور اعتقادی اعتبار سے انقلاب کے اہداف کے ساتھ لانے میں شہید بہشتی کا بنیادی کردار رہا ہے۔

شہید بہشتی کا ذکر انقلاب اسلامی کی فکری بنیادوں کو مظبوط کرنے والوں میں سے ایک کے طور پر کیا جاتا ہے اور آپ نے انقلاب کے بعد ابتدائی سالوں میں نظام اسلامی کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔

دوسری طرف شہید بہشتی کی ہیمبرگ اسلامک سنٹر کے سربراہ کی حیثیت سے یورپ اور جرمنی میں موجودگی اور انگریزی اور جرمن زبانوں پر آپ کی مہارت اور سرمایہ دارانہ نظام پر گہری نگاہ نے انہیں ایک منفرد شخصیت بنا دیا۔

مسلم مفکرین میں عدالت کے حوالے سے خاص اور جدید نظریات پیش کرنے والوں میں شہید بہشتی سر فہرست نظر آتے ہیں اور آپ نے عدالت خاص کر اجتماعی اور معیشتی عدالت کے حوالے سے مفید اور کارآمد نظرئے پیش کیۓ ہیں۔

شہید بہشتی کی نگاہ میں اسلامی معاشرہ عدالت و مساوات کا معاشرہ ہونا چاہیے اور عدالت و برابری اسلامی معاشرے کا ناقابل انکار خصوصیات میں شامل ہے آپ کہتے ہیں جہاں کہیں بھی اسلام پایا جائے اور عدالت نہ ہو تو وہ جعلی اسلام ہے حقیقی نہیں ہو سکتا۔

آپ کی نظر میں عدالت انسان کی فطرت کا تقاضا اور فطری ضرورت ہے اس ضرورت کو پوری کرنے کا واحد راستہ عدالت کے بنیاد پر اسلامی نظام کی تشکیل ہے۔ فرماتے ہیں جس معاشرے میں عدالت اور مساوات کے لئے قدم نہ اٹھایا جائے تو لوگ ہماری طرف نہیں آئیں گے بلکہ ہمارے جوان بھی وہاں جائیں گے جہاں عدالت کے لئے جد وجہد کی جاتی ہے چاہے ادھر اسلام اور خدا نہ بھی ہو۔

شہید کی نگاہ میں عدالت ایک وسیع معنی رکھتا ہے اور کسی خاص فردی اور اجتماعی میدان سے مخصوص نہیں ان کی نظر میں عدالت انسان کا پوری زندگی میں سیدھے راستے پر گامزن ہونا اور انحراف سے بچنا ہے۔

شہید بہشتی اسلامی معاشرہ اور دین اسلام کا ہدف عدل پر مبنی قرار دیتے ہیں اور اس بارے میں کہتے ہیں : دنیا اور انسانوں کی تخلیق عدل، اعتدال اور ہم آہنگی پر ہوئی ہے اور خدا کا تخلیقی قانون عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ اور انسانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ قرآن اور خدا کے ارشادات کی روشنی میں اپنے معاشرہ میں عدالت قائم کریں۔ اس لیے ایک اسلامی معاشرے میں، ایک ایسا معاشرہ جو صحیح معنوں میں ایک اسلامی معاشرہ ہو، ایسی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے جو عدل کے خلاف ہو۔

شہید بہشتی محض انصاف کی بات کرنے اور انصاف کے حصول کے لئے بیان دینے کو ناکافی سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ جب تک ان نظریات کو عملی جامہ پہنایا نہیں جاتا اس وقت تک کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ ساتھ ہی ان کا خیال ہے کہ اسلامی جمہوریہ دوسرے ماڈلز کو استعمال نہیں کر سکتا اور اپنے تصور کائنات کے نظریہ کی بنیاد پر ایک نیا نظام اور طریقہ ایجاد کرنا چاہیے : ایک اسلامی معاشرے میں، ایک ایسا معاشرہ جو صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ ہو، وہاں کوئی بھی چیز غیر منصفانہ نہیں ہونی چاہیے۔ فرماتے ہیں:

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ موجودہ صورت حال اور آمدنی کسی بھی صورت میں اسلامی انصاف سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ ضروریات زندگی کی تقسیم کا یہ نظام جو آج مال کی مفت تقسیم کے نام پر موجود ہے صرف امیروں کے لیے ہے۔ غریبوں کے لیے یہ بہت مشکل کا باعث ہے، لذا اسلامی جمہوریہ کو چاہیے کہ وہ نیا نظام ایجاد کرے اور اس ملک میں ہمارے کھانے، پینے، پہننے اور رہنے کے لیے جو کچھ ہے وہ سب کے لئے دستیاب ہونا چاہیے تاکہ سب برابری کے ساتھ ان سہولیات سے فائدہ اٹھائے۔

شہید بہشتی کی نظر کے مطابق اسلامی اصولوں پر مبنی عدل و انصاف کا نظریہ تمام دیگر معاشروں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ انسان کی فطری ضرورت اور ایک عالمی قدر ہے، یہاں تک کہ مذہب کی ترویج کا بہترین طریقہ عدل کی ترویج ہے، جس کا اسلام پیغام دیتا ہے، اور ان کا خیال ہے: اگر ہم دنیا کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا چاہتے ہیں۔ آج، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آج دنیا میں جو ماحول ہے اور جس بنیاد کے ساتھ اس گہری بحث میں پیش کیا گیا ہے، اسلام کا بہترین نعرہ یہ ہے کہ اسلام عدل و انصاف کا دین، اور عمل صالح کا پیغام دیتا ہے آج مشرق اور مغرب میں تمام لوگوں کو دو چیزوں کی تلاش ہیں: پہلا انصاف کی تلاش۔ دوسرا، بامقصد ہونا۔

اب جب اسلام عدل کا دین ہے اور یہ کہتا ہے کہ عدل و انصاف کا نظام تشکیل دے گا اور یہ نظام دنیا اور انسانوں کی تخلیق کے مقصد سے ہماہنگ بھی ہے۔ لذا اسلام کے سائے تلے عدل و انصاف بھی ہے اور بامقصد زندگی بھی۔ (کتاب بررسی ویژگی ہای حکومت اسلامی از شہید محمد حسین بہشتی)

آزادی شہید بہشتی کی نگاہ میں

محمد شریف ولی

مقدمہ

آزادی اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے ۔ اسلام کی نظر میں انسان مختلف صلاحیتوں کا مالک ہے اور ساتھ ساتھ مختلف تمایلات بھی رکھتے ہیں ۔ اور یہی قابلیت یا استعداد اور تمایلات انسان کی آزادی کا سبب ہیں ۔ (عمید زنجانی، عباس علی، مبانی اندیشہ سیاسی اسلام، ص 418).

ایران کے انقلاب کی بنیادی عناصر میں سے ایک آزادی ہے ۔ اور آزادی کے مفہوم کو انقلاب کے بعد اسلامی تعلیمات اور مکتب اہل بیت کی روشنی میں متعارف کروایا گیا ۔ اور ایران کے اصلی قوانین میں آزادی کو ایک اصل سمجھا جاتا ہے ۔ اور ساتھ ہی حکومت اسلامی کی مشروعیت کی بنیاد سمجھا جاتا ہے ۔ امام خمینی رہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو آزادی پر بہت زیادہ تاکید کرتے تھے اور آپ کے شاگردوں میں شہید بہشتی کا تعلق بھی ان افراد سے ہے جو اپنی پوری زندگی میں آزادی کو حق کے عنوان سے متعارف کراتے رہے اور اسلام کے دائرے میں آزادی کی تاکید کرتے رہے ۔ شہید بہشتی وہ عظیم محقق اور مفکر ہے جس نے زمانے کی ضرورت اور آزادی کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے، آزادی کے مفہوم کی جانچ پڑتال کیں ۔

آزادی کے بارے میں شہید بہشتی کا نظریہ

کسی بھی مفکر یا نظریہ پرداز کو پہچاننے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اسکے فکری بنیادوں کو سمجھیں اور اسے آگاہ ہوجائیں ۔ اور یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ مفکر، انسان، معروف اور حکومتی نظام کو کس طرح سے دیکھتے ہیں ؟ کیونکہ انہی چیزوں کے ذریعے اس کے فکری بنیادوں کو درک کرسکتے ہیں ۔

شہید بہشتی ایک اسلامی مفکر ہونے کے حوالے سے آپ کا تفکر اسلامی تعلیمات کے مطابق تھے اور آپ اسلامی تعلیمات کے سخت پابند تھے ۔ لہذا آزادی کو سمجھنے کے لئے شہید بہشتی کی فکری بنیادوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے ۔

شہید بہشتی کا عقیدہ ہے کہ مفکرین نے آزادی کی مختلف تعریفیں کی ہیں اور اس اختلاف کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ آزادی کا مفہوم بھی دوسرے مفاہیم کی طرح زمانے سے متاثر ہے ۔ ہر زمانے میں ثقافتی اور سماجی شرائط کے پیش نظر اور معاشرے کی ضرورت اور حساسیت کو دیکھ کر، زمانے پر حاکم ثقافت کی وجہ سے ایک خاص معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ (فارسی ، جلال الدین ، فرهنگ واژه های انقلاب اسلامی ص 56).

شہید بہشتی کی نگاہ میں آزادی کو ایک خاص اہمیت کا حامل ہے جوکہ انسان سے ہی وجود میں آئی ہے ۔ ایک کلی تقسیم کے مطابق انسان کے بارے میں دو نظریے ہیں :

پہلے نظریے کے مطابق اپنے تفکرات کو انسانوں کے اوپر لاگو کریں اور انسان کو کوئی اختیار نہیں ہے ۔ جبکہ دوسرے نظریے کے مطابق انسان ایک آزاد موجود ہے جو انتخاب اور اختیار کی قدرت رکھتا ہے ۔ (لک زایی، شریف ، آزادی سیاسی در اندیشه شهید مطهری و شهید بہشتی رہ ص 52) ۔

اور شہید بہشتی (رہ) نے انسان کے بارے میں دوسرے نظریے کو قرآن کی آیات سے استناد کرتے ہوئے اس طرح بیان کیا ہے کہ : اسلامی تصور کائنات میں انسان خود آگاہ ہے ۔ خود انتخاب کر سکتا ہے اور انسان خود سازی، چاہت ، کشش اور مختلف انگیزوں کے ساتھ خلق ہوا ہے جو انسان کو خود سازی کی طرف لے جاتی ہیں ۔ اور انسان آزادی، انتخاب اور قدرت کے ساتھ آگے بڑھتا ہے جیساکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے : وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر ۔ ۔ ۔ (کہف 29). اور کہدیجئے : حق تمہارے رب کی طرف سے ہے ، پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے ۔ (ترجمہ ، شیخ محسن علی نجفی). لہذا زندگی کی حقیقت آزادی ہے اور یہ آزادی محدود بھی نہیں ہے لیکن ان مقامات پر جہاں آزادی کے قوانین کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے دوسروں کو نقصان ہوتا ہو ۔ (حسینی بہشتی، سید محمد، آزادی هرج ومرج ، ص 20).

لہذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتے تھے یہ اس بات کی علامت ہے کہ انسان فطرتاً آزاد ہے اور توحید اور ایمان کی طرف دعوت کو آزادانہ انتخاب کریں اور کوئی جبر واکراہ اس میں نہ ہو (لک زایی ، شریف ، آزادی سیاسی در اندیشہ شہید مطہری و شہید بہشتی رہ ص 52).

شہید بہشتی کا اعتقاد یہ ہے کہ اسلام کا سب سے بڑا نعرہ آزادی ہے اسلام کے مطابق انسان جب تک آزاد نہ ہو زندہ نہیں رہ سکتا۔ (حسینی بہشتی، سید محمد، بی تا (ب) ، ص 113-114).

آپ کہتے ہیں: کہ انسان کی اولین صلاحیت طبیعت ہے لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ اس طبیعت سے نکل آے اور آگے بڑھیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ انسان اس طبیعت کی بندگی اور غلامی سے آزاد ہو جائے اور انسان کے اندر یہ طاقت بھی ہے کہ وہ طبیعت کو رام کریں اور اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ انسان آزادی اور آگاہی کے ذریعے اپنی زندگی کو خود بنائیں۔ (حسینی بہشتی، سید محمد، آزادی هرج و مرج ، ص 33).

کلی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جبر جس قسم کا بھی ہو وہ انسان سے آزادی کو سلب نہیں کر سکتا۔ جیسے طبیعی جبر ، اجتماعی اور سماجی جبر اور تاریخی جبر۔ بلکہ انسان اپنے علم اور آگہی کے ذریعے ان پر بھی حاکم ہو سکتا ہے۔ اسلام کا نظریہ یہی ہے کہ انسان اجتماعی اور سماجی جبر کے محکوم نہیں ہوسکتے۔ (حسینی بہشتی، سید محمد، آزادی هرج و مرج ص 50).

شہید بہشتی رہ کی تاکید اس بات پر ہے کہ انسان ذاتی خواہشوں کی بنیاد پر آزاد ہے اور عقل کی قوت کی وجہ سے اختیار اور آزادی سے بھی ہمکنار ہے۔ اور انسان کے دوسری مخلوقات سے افضل اور بہتر ہونے کی اصل وجہ بھی یہی ہے ۔ انسان اپنی طبیعت پر مسلط ہو سکتا ہے اور اپنی ضرورتوں اور خواہشات کی بنیاد پر شرائط کو تبدیل بھی کر سکتا ہے۔ (حسینی بہشتی، سید محمد، اسطورہ ای بر جاودانہ تاریخ دفتر سوم).

شہید بہشتی ایک جگھے پر فرماتے ہیں کہ : آزادی کی نفی ، شخصیت اور انسانیت کو مسخ کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اگر انسان سے آزادی کو چھین لیں تو انسان دوبارہ اپنی شخصیت اور سر نوشت کو نہیں بنا سکتا ۔ (فارسی ، جلال الدین ، فرھنگ واژہ ھای انقلاب اسلامی ، ص 57).

اسلام میں انفرادی اور اجتماعی آزادی بھی ہے لیکن حدود و قوانین الہی کے دائرے میں رہ کر ان کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے ۔ (حسینی بہشتی ، سید محمد ، سخنرانی ھای شہید مظلوم آیت اللہ بہشتی تحت عنوان مکتب گرایی و ملی گرایی آزادی اجتماعی مکتب و تخصصی لیبرالیسم ، ص 105).

اس کے باوجود آپ قرآن سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ : کوئی بھی انسان کسی بھی اجتماعی و سماجی جبر کے محکوم نہیں ہے ۔ لیکن اجتماعی و سماجی اور اقتصادی نسبتیں اور روابط انسان کے انتخاب اور آزادی پر اثر انداز ہوسکتے ہیں ، لیکن جبر کی حد تک نہیں ۔ لیکن کچھ محیط ایسے بھی ہیں جو انسان کے نیک خواہشات ، خیر خواہی ، اور خدا جوئی کو آسان کرسکتے ہیں اور اسی طرح بعض ماحول ایسے بھی ہیں جو انسان کے شیطان پرستی ، ہوا پرستی ، خود پرستی اور تباہی کی طرف جانے میں آسانی فراہم کرسکتے ہیں ۔ (حسینی بہشتی ، سید محمد ، آزادی ھرج ومرج ، ص 52).

آزادی کی قسمیں

شہید بہشتی اسلام کی نظر میں آزادی کو بیان کرنے اور لبرلزم اور دوسروں پر انتقاد کرنے کے بعد آزادی کی قسموں کو بیان کرتے ہیں ۔

1- عقیدے کی آزادی

آزادی کی پہلی قسم عقیدے کی آزادی ہے ۔ ہر انسان دین پر عقیدہ اور انتخاب کرنے میں آزاد ہے کبھی بھی کسی کے اوپر عقیدہ تحمیل نہیں کرسکتا ۔ (سرابندی ، ص 584-585). طاقت کے بل بوتے اور جبر واکراہ کے ذریعے عقیدے کو منتقل نہیں کرسکتا اور نہ ہی چھین سکتا ۔ قرآن کریم واضح طور پر یہ بیان کررہا ہے کہ : لا اکراہ فی الدین قد

تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروہ الوثقی لانفصام لھا۔ (بقرہ256) دین اسلام میں کوئی اکراہ اوراجبار نہیں، صحیح راستہ غلط راستے سے الگ ہوچکا ہے۔

شہید بہشتی اس بات کے معتقد ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے کہ تم حق اور پیغام کو لوگوں تک پہنچاے اور لوگوں کو وقت دیں کہ وہ ان کے بارے میں سوچیں۔

2-بیان اور قلم کی آزادی

آزادی کی قسموں میں سے ایک قسم بیان کی آزادی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ: خلق الانسان علمہ البیان (رحمن 3-4). اللہ نے انسان کو خلق فرمایا اور پھر اسکو بیان کی تعلیم دی۔ اور قلم کے بارے میں فرمایا: الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ (علق 4-5). وہ اللہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعے اس چیز کی تعلیم دی جس کا اس کو علم نہیں تھا۔ اور سورہ قلم میں فرمایاکہ: ن والقلم وما یسطرون (قلم 1.) قلم کی قسم اور جو کچھ یہ لکھتا ہے۔ اسلام میں غلط عقائد اورافکار کی ترویج پر پابندی ہے اوراسی طرح گمراہ کرنے والی کتابوں کی تشہیر پر بھی پابندی ہے لیکن وہ افراد جوان غلط عقاید اور افکار کی تجزیہ اور تحلیل کرکے اسلام کا دفاع کرتے ہیں۔ شہید بہشتی کہتے ہیں کہ ہر انسان دوسروں کے بارے میں اپنے نظریات کا اظہار کرسکتا ہے لیکن دو شرط کے ساتھ:

1-جھوٹ اور تہمت سے پرہیز کریں اور فقط سچ بولیں۔

2- دلسوزی کے ساتھ بیان کریں کوئی غرض شامل نہ ہو۔ (واحد بنیان شہید انقلاب اسلامی، ص260-261).

3-گروہی آزادی

حزب یا گروہ لوگوں کے اس اجتماع کو کہتے ہیں جو بعض مسائل میں ایک ہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اور کسی مشترک ہدف کے لیے ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ (عالم، ص343).

شہید کہتے ہیں کہ : انسان کی طبیعی حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ وہ اپنے ہم فکر افراد کی مدد کریں تاکہ ایک گروہ کی صورت میں اپنے نظریات اور فعالیتوں کو عملی جامہ پہنائیں ۔ شہید کہتے ہیں کہ : حزب یعنی لوگوں کا ایک ہدف اور مقصد کے تعاقب اور حصول کے لئے جمع ہونا ، ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ایک دوسرے پر اعتماد کرنا اور ایک اجتماعی ، اقتصادی اور معنوی مقصد کے حصول کے لئے اس اجتماع میں شرکت کریں ۔ (واحد بنیان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص650).

نتیجہ

اسلام اس بات پر تاکید کرتا ہے کہ انسان اپنے راستے کی انتخاب میں آزاد ہے جس کی بنیاد پر وہ سعادت کو حاصل کرسکتا ہے اور اسی انتخاب کی وجہ سے شقی بھی بن سکتا ہے ۔ شہید بہشتی فرماتے ہیں کہ جو محدودیت شریعت اور قوانین اسلامی میں بیان ہوئی ہیں یہ نہ صرف آزادی کے خلاف نہیں بلکہ انسان کو اور زیادہ آزادی دلاتی ہیں ۔ لہذا جو آزادی اسلام بیان کرتا ہے وہ حقیقی آزادی ہے جس کے ذریعے انسان سعادت دنیوی اور اخروی دونوں سے سرفراز ہوسکتا ہے ۔

حوالہ جات

1. قرآن کریم ۔

2. حسینی بہشتی ، سید محمد ، آزادی ھرج ومرج ، زورمدادی ، تھران ، بقعہ ۔

3. ______1361 اسطورہ ای برجاودانہ تاریخ ، دفتر سوم ، تھران واحد فرھنگی بنیاد شھید انقلاب اسلامی ۔

4 ______1361 بررسی تحلیلی ازجہات عدالت لیبرالیسم ، امامت ، تھران ستاد برگزاری مراسم ھفتم تیر ۔

5- ______بی تاب ، پنج گفتار ، قم انتشارات قیام ۔

6- ______1385 حق وباطل ازدیدگاہ قرآن ، تھران ، بقعہ ۔

7- سرابندی ، محمد رضا ، سخنرانی ھا ومصاحبہ ھای آیت اللہ شہید بہشتی ، تھران مرکز انقلاب اسلامی ۔

8. عمید زنجانی، عباس علی، 1388، مبانی اندیشه سیاسی اسلام، تهران سازمان انتشارات پژوہشگاہ فرہنگ اندیشہ اسلامی، چاپ هفتم۔

9۔ مقالہ : لک زایی، شریف، تاملی در آرای دکتر بہشتی، جایگاہ آزادی در نظام سیاسی و تربیتی پگاہ حوزہ، شمارہ 185, تیر۔

اسلامی مملکت کی خودمختاری اور استقلال شہید بہشتی کی نظر میں

علی احمد سعیدی

آیت اللہ شہید سید محمد حسینی بہشتی اس عصر میں ایک مفکر کے حساب سے پہچانا جاتا ہے ۔ جو کہ اسلامی معاشرے کو استقلال اور آزادی ، حریت کے ساتھ زندگی گزارنے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مشرق و مغرب سے وابستگی کے بغیر اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے سرخ رو ہوسکتے ہیں اور انقلاب اسلامی کی کامیابی کو اس اسلامی مملکت کی خودمختاری اور استقلال کی بہترین دلیل ہے جو کہ اپنی ضروریات زندگی کو اپنے مملکت کے داخلی توانائی سے برطرف کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ شہید بہشتی اسلامی انقلاب کو لوگوں کی طرف سے غیروں سے مکمل طور پر وابستگی کو ختم کرنے اور اپنی طاقت پر اعتماد کرنے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور آپ تاکید کرتے ہیں ۔ اسلامی انقلاب ایران کے اہداف میں سے ایک لوگوں کا مکمل طور پر استقلال ہونا ہے ۔ ہم آج مستقل ہیں اس کے بعد دوسرے مالک کی حکومتیں ہمارے بارے میں فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ اس ملک کے تمام فیصلے تہران میں ہی ہوں گے ۔.

مغرب کی طرف سے وابستگی کے فکر کی ترویج

شہید بہشتی اس بات پر اعتقاد رکھتے تھے کہ استعمار اور استبداد کے لئے کام کرنے والے افراد ایک ملت کو سالوں سال خواب اور ذلت اور خواری میں غرق کئے ہوئے تھے اور لوگوں کو یہ یقین دلایا تھا تمہاری قسمت ایسے ہی ہیں، تم ہر چیز میں دوسروں کی طرف محتاج ہو، تم ایک بہت ہی پسماندہ قوم و ملت ہو، دنیا میں کوئی اسلامی ملک نہیں ہے جس نے ترقی کی ہو۔ اور علما دین کو ضد پیشرفت اور ترقی سمجھتے تھے اگر ترقی اور پیشرفت چاہتے ہیں تو ہماری طرف آجائیں تمارے پاس کوئی بھی چیز نہیں ہے نہ رہبر ہے نہ ، کلچر ہے ، نہ زندگی گزارنے کے طور و سلیقہ ہے ، اگر ترقی چاہتے ہو تو اپنی زندگی کو عوض کرو ہماری زندگی کے ماتحت زندگی گزارو اور ہمیشہ ہمارے ماتحت بیٹھ کر زندگی گزارو ۔ شہید بہشتی نے اس غلط فکر سے مقابلہ کیا اس کی جگہ پر استقلال کا نعرہ بلند کیا اور استقلال کو کسی بھی ملک کی ریڑ کی ہڈی

کے مانند قرار دیا اگر کامیابی چاہتے ہیں تو ہر قسم سے مستقل ہونے کی ضرورت ہے اور اس راہ میں آپ کامیاب بھی ہوئے۔[5]

دوسروں کے ساتھ وابستگی ہونے کی نقصانات

شہید بہشتی کی نگاہ میں جب کسی بھی معاشرہ یا ملک میں عدل اور آزادی کی رعایت نہ کی جائے، اس وقت بیگانہ افراد کے لئے نفوذ کا دروازہ خود بخود نکل جاتا ہے کوئی بھی ملک ثقافتی، اقتصادی، سیاسی لحاظ سے دوسرے ممالک کی طرف محتاج ہو، وہ اپنی آزادی کو خود بخود اپنے ہاتھوں سے کھو بیٹھتا ہے[6] دوسروں سے وابستہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتی وہ ہر چیز میں دوسروں کی طرف محتاج رہتی ہے وہ اپنے ملک کے کسی بھی چیز کے بارے میں تصمیم گیری اور فیصلے نہیں کر سکتی ہے ، وہ مکمل طور پر غلام بن جاتی ہے جو ہمیشہ آقا کے حکم کا منتظر رہتا ہے۔ انفرادی، اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، ثقافتی تمام چیزوں میں محتاج ہو جاتا ہے۔ جب کوئی بھی ملت ان تمام چیزوں میں غیر سے وابستہ ہو تو اس ملک کا خدا حافظ ہے اس میں پیشرفت اور ترقی کی کوئی امید نہیں ہے۔

غلامی سے نکلنے کی راہ

شہید بہشتی اس موضوع پر تاکید کرنے کے ساتھ فکری اور عملی طور پر مستقل ہونے کو ایک ملک کے لئے ضروریات میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور خود اس بات کے معتقد ہے بشریت کی پوری تاریخ میں وہ ممالک اور اجتماع عزت اور واقعی کامیابی تک پہنچے ہیں جو کسی بھی قسم کی وابستگی اور غلامی سے آزاد ہوا نہی قوموں نے عزت مندانہ زندگی گزاری ہے۔[7] شہید کی نظر میں دوسروں سے وابستگی کو ختم کرنے کے لئے، سب سے پہلی چیز جو لازم

---

[5]۔روزنامہ اطلاعات، 1357/12/15

[6].ادارہ کل امور فرہنگی وروابط عمومی مجلس شورای اسلامی، مشروح مذاکرات برای قانون اساسی، تہران، 1364، ج1، ص4226.

[7]۔ویژہ نامہ روزنامہ جمہوری اسلامی؛ 11فروردین 1361

ہے کہ وہ ملت اپنے قدم پر کھڑے ہوجائیں اوراس بات پر اعتقادرکھیں کوئی چیز ہے، جس کے لئے حقیقت ہے، ایک ایسا مکتب ہے، ایک ایسا مذہب ہے، اجتماعی چیزوں کے لئے بنیاد اور اساس ہے، اگراسی مذہب کے اجتماعی بنیادوں سے مکمل طور پر استفادہ کریں تو وہ قوم زندہ ہوجاتی ہے.[8]

شہید بہشتی فرماتے ہیں : فکری طور پر مستقل ہونا اور زندگی کے ہر کام میں اپنے پاوں پر کھڑے ہو کر قدم بڑھانا اگر چہ یہ بہت ہی سست طریقے سے ہی کیوں نہ چلے بہتر ہے اس جلدی چلنے سے جس میں دوسروں کے پاوں پر چلتے ہو۔[9] جو بھی ملک اپنے پاوں پر کھڑا ہوتا ہے وہ حقیقی انسان ہے، وہ ترقی کرتا ہے، اسی کے لئے اصالت اور استقلال ہے.[10] اس مبنی پر بنیاد رکھ کر اسلام کا بنیادی جو راستہ ہے وہ استقلال اور اس کی پاسداری ہے جو کہتا ہے نہ مشرق سے وابستہ ہو نہ مغرب سے بلکہ مستقل ہو اس پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلامی انقلاب غیروں سے وابستگی کو ختم کرنے کا عامل

شہید بہشتی اسلامی انقلاب کے اہداف میں سے ایک کو لوگوں کا مکمل طور پر مستقل ہونے کو سمجھتے ہیں اس بارے میں فرماتے ہیں : ہم نے اس وقت استقلال کا نعرہ بلند کیا، تاکہ اس کے عمیق معنی کو سمجھ چکے تھے اور اس پر پابند ہونا چاہتے تھے۔[11] اسی وجہ سے اسلامی انقلاب لوگوں پر مکمل طور پر اعتماد کرنے اور باہر کے کسی بھی طاقت سے وابستگی کو ختم کرنے اور اپنے اندر کی توانیوں پر توجہ دینے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔[12] شہید اسلامی انقلاب کو استقلال طلبی میں کامیاب سمجھتے تھے اور اعتقاد رکھتے تھے : کہ ہم آج سے مستقل ہے ہم خود اپنے داخلی اور خارجی چیزوں

---

[8]۔روزنامہ اطلاعات، 1357/12/15

[9]۔سید محمد حسنی بہشتی، اتحادیہ انجمن ہای اسلامی دانشجویان در اروپا، تہران، بنیاد نشر آثار واندیشہ ہای شہید آیت اللہ دکتر بہشتی، 1390، ص146.

[10]۔روزنامہ جمہوری اسلامی، 1360/5/19

[11]۔سید محمد حسنی بہشتی، حزب جمہوری اسلامی : گفتارہا، گفتگوہا، نوشتارہا، پیشین، ص58

[12]۔ویژہ نامہ روزنامہ جمہوری اسلامی؛ 11فروردین 1361

کے بارے میں مطالعہ کرتے ہیں ، ہم خود فیصلہ کرتے ہیں ، دوسرے لوگ نہ ہمارے لئے نہ ہمارے ملک کے مسائل کے بارے میں فیصلہ نہیں کرسکتے ۔ اس بنا پر ہم آج ایک مستقل قوم ہے طاقتور ممالک اب ہمارے بارے میں تصمیم گیری نہیں کرسکتے ہیں ۔[13]

شہید بہشتی کے استقلال کے موضوع پر جو گفتگو ہے ان کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی فرد، ملک و قوم اگر دنیا و آخرت میں سعادت مند ہونا چاہے تو ہمیشہ اپنی توانیوں پر اعتماد کریں اور کسی بھی چیز میں دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں ، مستقل ہو کر جد وجہد کرے تو کامیابی اس کے قدم چومے گی ۔ اور اس کا سب سے بہترین نمونہ جمہوری اسلامی ہے کہ اس ملت نے اپنے اندر کی توانیوں پر توجہ دیا اور غیروں پر کسی بھی چیز میں اعتماد نہیں کیا تو مختصر عرصہ میں بہت سی کامیابی ان کے نصیب ہوئے ان تمام کامیابیوں کا سرچشمہ وہی استقلال میں ہی پوشیدہ ہے ۔

[13]۔ ویژه نامہ روزنامہ جمہوری اسلامی؛ 11 فروردین 1361

شہید بہشتی شخصیت، تالیفات، افکار و خدمات

تمثیل فاطمہ جلبانی

مقدمہ

انسان اس دنیا میں ایک شخص، ایک فرد کی حیثیت سے آتا ہے۔ مگر شخصیت بن کر جانا وہ اس کے ارادہ اور اختیار سے ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو منفی شخصیت اور کردار منفی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ مگر باعظمت اور باکمال شخصیات قلیل تعداد میں پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک شخصیت "سید محمد حسینی بہشتی "ہیں۔ جو انقلاب اسلامی کا ایک درخشاں ستارہ ہے۔ ان کی شخصیت کو چند صفحات میں لکھنا۔ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے۔

شہید بہشتی کی شخصیت

شہید بہشتی انقلاب اسلامی کا درخشاں ستارہ 24 اکتوبر 1928 کو اصفہان میں طلوع ہوا۔ آپ کے والد نے آپ کا نام محمد رکھا۔ آپ کی والدہ معصومہ بیگم نے آپ کی تربیت پر خاص توجہ دی۔ جب آپ حاملہ ہوئیں تو اول وقت نماز کی مراقبت کرتیں تھی اور آپ کی پیدایش کے بعد جب آپ کو دودھ پلاتی تو قرآن کی تلاوت کرتیں۔ آپ کی والدہ نے ایک روز خواب میں اپنے والد کو دیکھا جو کہہ رہے تھے" محمد کی بہت حفاظت کرو، یہ باقیات الصالحات میں سے ہے"۔ اس کی بعد ان کی ماں نے ان کی پرورش اور تربیت میں زیادہ توجہ دینی شروع کی۔ آپ کی والدہ ہی آپ کی پہلی استاد تھیں جنھوں نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی۔

آپ کا تعلق مذہبی اور دینی خاندان سے۔ آپ کے والد سید فضل اللہ بھی ایک جید عالم تھے۔ آپ بچپن سے ہی نابغہ تھے۔ آپ نے 4 سال کی عمر میں اپنے گھر سے کسب علم کرنا شروع کیا اس کے بعد آپ نے اسکول میں داخلا لیا۔ آپ کو ریاضی اور دوسری زبانیں سیکھنے میں بہت دلچسپی تھی۔

رفتہ رفتہ آپ دینی علوم میں دلچسپی لینے لگے کچھ عرصہ تک آپ اصفہان میں ہی دینی علوم، ادبیات عرب، فقہ و اصول ، منطق و فلسفہ کی تعلیم حاصل کی پھر اس کے بعد قم ہجرت کر گئے۔ وہاں آپ مدرسے حجتیہ میں مشغول تحصیل رہے۔ آپ نے جید علماء کرام کے درس خارج میں بھی شرکت جن میں امام خمینی اور آیت اللہ بروجردی کے درس شامل ہیں۔ حوزوی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ تہران آئے اور وہاں سے یونیورسٹی سے بھی تعلیم حاصل کی۔شہید بہشتی کی نابغہ شخصیت کے بارے آیت اللہ ہاشمی رفسنجانی کہتے ہیں کہ:

"تاریخ اسلام میں آئمہ معصومین کی شخصیت کے علاوہ ڈاکٹر بہشتی جیسے لوگ بہت کم ہیں۔ شہید بہشتی ایک فقیہ تھے۔ اگر وہ فتویٰ دیتے تو وہ قابل تقلید تھے۔ وہ ایک فلسفی تھے انہوں نے مغربی فلسفہ اور اسلامی فلسفہ کو بہت اچھے سے درک کیا۔ وہ بہترین تحریر نگار اور سخن گو تھے۔ فارسی زبان کے علاوہ وہ عربی، انگریزی، فرانسوی زبان پر مہارت رکھتے تھے۔ جتنی بھی خصوصیات فرض کریں وہ سب اس ایک انسان میں موجود تھیں۔ ان کی شہادت کی وجہ سے جامعہ اسلامی اور انقلاب کو خسارہ ہوا۔ یہ ہمیں اقرار کرنا ہوگا کہ وہ ایک بے نظیر شخصیت تھے۔"

شہید بہشتی کی تصنیفات:

شہید بہشتی ایک بہترین مفکر تھے، انہوں نے اپنے افکار کو قلمبند اور بہت سے کتابیں اور مقالات تحریر کیے :

1۔خدا از دیدگاہ قرآن۔ 2۔ نماز چیست؟ 3۔یک قشر جدید در جامعہ ما۔ 4۔کدام مسلک۔

5۔شناخت دین 6۔ نقش ایمان در زندگی۔ 7۔مبارز پیروز۔

کتاب" نماز چیست؟ "یہ کتاب آلمانی زبان میں لکھی گئی تھی، اور ساواک اس کتاب کو ایک سیاسی کتاب سمجھتا تھا۔شہید بہشتی نے اس کتاب میں دو مطالب پر زیادہ توجہ دی ہے:

1۔انسان شناسی اور اس کی مقام و منزلت خدا کی عبودیت کے برابر۔ 2۔ شخصیت کو با ایمان اور خدا کے قریب کرنے کے راستے۔وہ کہتے ہیں کہ نماز گزار شخص کبھی بھی پریشان خیال اور مغرور نہیں ہوتا۔ نماز عبد اور معبود کے مابین ایک محکم تعلق ہے۔

وہ اپنے ایک مقالہ" یک قشر جدید در جامعہ ما"جس کے معنی ہیں " ہمارے معاشرے میں ایک نیا طبقہ "شہید بہشتی اس مقالہ میں اپنے معاشرے کے ایک نئے گروہ کی پہچان کرواتے ہیں جو معاشرے کی مثبت تبدیلی کے عہدہ دار ہیں۔ وہ اس مقالہ میں لکھتے ہیں کہ :معاشرہ زندہ انسانوں اور صاحب حیات سے تشکیل پاتا ہے۔ اور اسلامی قوانین بھی زندہ معاشرے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ لہذا اس معاشرے کو جمود اور پستی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اسلام ایسے معاشرے کا سخت مخالف ہے۔

شہید بہشتی کے افکار

شہید بہشتی کی شخصیت فکری لحاظ سے بھی تربیت یافتہ تھی، انہوں نے علم کے ذریعے اپنے افکار کی تربیت کی اور اپنے دور کے لوگوں کی بھی عقلانی اور فکری تربیت کرتے رہے، اور انہیں قلمبند بھی کیا تاکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے فیضیاب ہوسکیں۔

آپ کےچند افکار مندرجہ ذیل ہیں:

ہماری نظر سے حزب جمہوری اسلامی، ایک معبد ہے۔ اور اس مؤسسہ میں کام کرنا عبادت ہے لہذا ہمیں ہر حال میں تمام اسلامی قوانین کی پاسداری کرنی ہوگی، اگر ایسا نہ ہو تو گویا کہ یہ جگہ معبد ہونے کے باوجود اس میں شیطان موجود ہوگا۔

اے انسان، تم تاریخ اور مستقبل کو بنانے والے ہو، تم اپنی قیامت کو بھی خود تیار کرتے ہو۔ یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی تمھارے ہاتھوں سے بنی ہے۔

صنعت، اطلاعات اور تجربہ و فن جہاں سے بھی آئے، پہلے ہم اسے مسلمان کریں گے اس کے بعد از کو اپنے معاشرے کے لیے استعمال کریں گے۔

ایرانی قوم کو وقت دیں کہ وہ اپنے اختیار سے خود کو اسلامی معیار کے مطابق ڈھالیں۔ اور اس خود سازی کو لوگوں پر حمل نہ کریں۔ لوگوں کی مدد ضرورت کریں۔ ان کے لیے زمینہ فراہم کریں ان کو آگاہی دیں۔ مگر کسی بھی چیز کو عوام پر زبردستی ان نہ سونپیں۔

ہر انسان ایک بند کتاب کی طرح ہے کہ اس کتاب کے اوراق باقی دوسرے انسان کی کتاب کے اوراق سے فرق کرتے ہیں۔

شہید بہشتی کی خدمات

شہید بہشتی نے نوجوانی سے ہی اپنی زندگی اسلام اور انقلاب کے لیے وقف کردی تھیں۔ ان کی بیشتر خدمات موجود ہیں جن میں سے ایک معاشرے کی اصلاح کے لیے ہمہ وقت آمادہ رہنا۔ وہ اس بارے میں خود کہتے ہیں کہ :جب میں کسی کو برا کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو میں افسردہ ہو جاتا تھا اور اس کام کو میں برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ جب کسی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو ایسا لگتا تھا کہ گویا میں اس کام کو انجام دے رہا ہوں۔ اسلام، مسلمان کو حساس بنا دیتا ہے۔ میں 15 سال کا تھا اور حوزہ میں نیا طالب علم تھا۔ ہم ایک دو دوست مل کر سڑکوں پر چہل قدمی کرتے اور دیکھتے کہ اگر کہیں کوئی برا کام کررہا ہے تو فوراً نہی از منکر کرتے۔

نتیجہ

شہید بہشتی ایک بہترین اسوہ ہیں۔ جو اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں سے ہمارے لیے درسگاہ ہیں۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو ہر لحاظ سے باکمال شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ شہید بہشتی کی زندگی کا ہر ایک دن اور بھی ہر پہلو سے ہمارے لیے درسگاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خدا ہمیں شہید کی زندگی و افکار کا مطالعہ کرنے کی اور اس سے درس لینے کی توفیق دے۔

حوالہ جات

1۔ شیفتۂ خدمت، تدوین : مہناز میزبانی، ناشر : مرکز اسناد انقلاب اسلامی، سال ناشر : ۱۲ بہمن ۱۳۹۰

2۔ ہم حسینی بود ہم بہشتی، نویسندہ : مہدی آقای، ناشر۔ : دفتر نشر معارف، سال نشر : ۱۳۸۸

3۔ اسلام و مقتضیات زمان، نویسندہ : صدیقہ قاسمی، تہران ۱۳۸۵

4۔ جفای دوستان، مؤلف : اکبر مظفری، ناشر : شاکر

شہید ڈاکٹر سید محمد حسینی بہشتی کی شخصیت و تصنیفات

فاطمہ محمد عبداللہ

علمی اور فکری شخصیات ہمارے لیے پروردگارعالم کی ایک عظیم نعمت ہے، شہید ڈاکٹر سید محمد حسینی بہشتی ایران کے مشہور و معروف مفکراورا بتکاری شخصیت تھے، بہت سی مشکلات کے باوجود آپ نے ہمیشہ لوگوں تک توحید، دینی احکامات اور معصومینؑ کے پیغامات پہنچانے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے آپ نے طرح طرح کے مصائب جھیلیے، اس کے باوجود آپ کی استقامت، شجاعت اور صبر میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی، آپ کا حوصلہ بہت بلند تھا۔ اسی اسقامت اور شجاعت کے ساتھ کرنے والی تبلیغ کے نتیجے میں آپ نے بہت سے جوانوں کو منحرف ہونے سے بچایا۔

شہید بہشتی فرقہ پرستی، مذہبی تعصب اور گروہی منافرت کے سخت مخالف تھے۔ شہید جس طرح ایک بلند پایہ صاحب کردار مجاہد تھے اس سے کہیں زیادہ ایک بلند فکر صاحب علم تھے۔ زمانہ ہمیشہ آپ کو آپ کی بے پناہ صلاحیتوں اور ناقابل فراموش خدمتوں کے سبب یاد رکھے گا۔ آپ بیک وقت مجتہد، فقیہ، صاحب قلم، فلسفی، مکتب شناس، سیاستدان، مقرر، مصنف اور محقق تھے۔ آپ نے اسلام کی خدمت کرنے کی غرض سے مختلف زبانوں کا سیکھنا ضروری سمجھا اور عملی میدان میں بھی ان پر تسلط حاصل کیا اور اس طرح اسلام کو دنیا کے دور و دراز علاقوں تک پہنچانے کی کوشش کی اور اس مقدس مقصد میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔ اسی لئے رہبر کبیر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی (رح) فرماتے ہیں: شہید بہشتی اپنی جگہ تنہا ایک امت تھے۔

آپ ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جس سے دشمن بھی ڈرتے تھے۔ شہید بہشتی نے 1344 میں ایک تبلیغی ذمہ داری کو انجام دینے کے لیے جرمن کا سفر کیا تاکہ امام جماعت بن کر مسجد کی تکمیل کرسکیں اور فارسی زبان مسلمانوں اور طلباء کے معاملات کی دیکھ بھال کرسکیں۔ مرحوم آیت اللہ بروجردی (قدس سرہ) نے مسلمانوں کے لیے جو مسجد بنائی تھی، اس میں وہ مذہبی اور ثقافتی سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے۔ جرمن میں چار سال کے

دوران آپ نے سعودی عرب، شام، ترکی، لبنان اور بعض یورپی ممالک کا سفر کیا۔ آپ 1348 میں ایران واپس آئے اور کچھ عرصے کے بعد آپ نے اس ملک میں واپس جانا چاہا، لیکن انہیں جانے سے روک دیا گیا، کیونکہ حکومت آپ کے وجود سے ڈرتی تھی کہ کہیں آپ اس ملک میں ان کی خیانت اور جرائم کے پردے کو فاش نہ کردیں۔ (مهدی احمدپور، فرزندان آفتاب؛ زندگی نامه شهدای روحانی فرهنگی، ص 12، ناشر: موسسه فرهنگی مدرسه برهان) حضرت آیت اللہ خامنہ ای (مدظلہ) ڈاکٹر سید محمد حسینی بہشتی کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ شخص دینداری اور پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھا، یعنی انہوں نے دین اور شریعت کو دل سے قبول کیا۔ وہ اخلاص اور عشق کے ساتھ شریعت کے مطابق کام کیا کرتے تھے اور دین پر یقین رکھتے تھے۔ وہ دکھاوے، منافقت اور اخلاص و پاکیزگی کے خلاف ہونے والے اعمال سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے۔۔۔ اور ان بری صفات کے حامل لوگوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (خردنامہ ہمشہری، شمارہ 55، منگل 7 تیر 1384) شہید بہشتی نے کبھی بھی عدلیہ سے تنخواہ نہیں لی اور آخر عمر تک اپنی تعلیمی پنشن سے زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ آپ کے فرزند سید علیرضا بہشتی بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے کمرے کا بلب جہاں میرے والد مطالعہ اور تحقیق کیا کرتے تھے، جل گیا اور عدلیہ کے تعاون سے ایک بلب خریدا گیا، انہوں نے وہ بلب واپس بھیج دیا اور کہا: یہ میرے ذاتی کام کا کمرہ ہے، اس لیے ہمیں ایک معمولی دکان سے عام قیمت پر بلب خریدنا چاہیے۔ (علی اکبری مزدآبادی، اویک ملت بود، ناشر: یازہرا، ص95، 1392)

آپ کے آثار اور تقاریر کئی کتابوں کی صورت میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی شہادت کے بعد بے شمار مصنفین نے آپ کی زندگی کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے، ہم یہاں اختصار کے اصول کی رعایت کرتے ہوئے آپ کی کچھ اہم تصانیف کو قلمبند کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

1۔ سرود یکتا پرستی

اس کتاب کا موضوع نماز کا فلسفہ، نماز کی حقیقت، قبلہ کی تبدیلی، نماز کی زبان وغیرہ۔۔۔ کے بارے میں ہے، یہ کتاب آیت اللہ شہید کی چار تقریروں اور ایک تحریر کا مجموعہ ہے۔

2۔ حق و باطل از دیدگاہ قرآن

اس کتاب میں انسان کی دیرینہ خواہش اور اس سے پیدا ہونے والے سوالات اور چیلنجوں کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور شہید بہشتی نے الہام کے لامحدود سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر فلسفہ اور کلام کی تابناک گہرائیوں کو تلاش کیا ہے۔ اس کتاب میں "ہست" اور "باید" کا رابطہ کلام کے محوروں میں سے ایک ہے۔ جس کو کلام وحی کا حوالہ دے کر دلکش انداز میں جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں چار تقاریر بیان ہوئی ہیں جن میں سے تین وہ مباحث ہیں جو آیت اللہ شہید ڈاکٹر بہشتی نے انجمن اسلامی پزشکان میں بیان کیۓ تھے اور دوسری بحث **"حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنا"** کے عنوان سے ہے جسے ان کے سلسلہ وار قرآنی تفسیر کی بحث میں سے منتخب کیا گیا ہے۔

3۔ پیامبری از نگاہ دیگر

یہ کتاب وحی اور نبوت کے موضوع پر ہے جس میں پیغمبر کی شناخت کے راستے، توحید کی بحث، مسئلہ اعجاز، ختمیت، وحی کی حقیقت اور اس کے معیار بیان کیۓ گئے ہیں۔

4۔ نقش آزادی در تربیت کودکان

یہ کتاب بچوں کی پرورش میں آزادی کے کردار کو بیان کرتی ہے، اس کتاب میں تکالیف الہی، تکالیف کا مفہوم، دو نسلوں کے درمیان تضاد، تعلیم اور تربیت، بچوں کی فکری تعلیم، بچوں کے مسائل کی کچھ وجوہات، بچوں کے ہوم ورک سے کیسے نمٹا جائے، متجسس بچوں سے کیسے نمٹا جائے، بچوں کی عبادت، اسلامی تعلیم، معاشروں کے ایمانی مسائل اور مرجع شناسی جیسے موضوعات شامل ہیں۔

4۔ ولایت، رہبری، روحانیت

شہید بہشتی نے اپنی اس کتاب کے کچھ حصوں میں روحانیت کے مسئلے پر بحث کی ہے اور اثر و رسوخ استعمال کرنے والوں کے بارے میں دلچسپ نکات بیان کیے ہیں۔ ان میں سے کچھ نکات روحانیت سے متعلق اشکالات اور احتمالی نقصانات کے بارے میں ہیں۔

وہ رشکِ ملائک انسان

زہرا مہدوی

یہ فقط مذہب اسلام کا ہی کرشمہ ہے کہ اس نے اس زمینِ فانی کو ایسی باکمال شخصیات عطا کی ہیں جو روحی طور پر لافانی ہیں اور پیمانہ انسانیت پر مکمل اترتی ہیں۔ زمین ان پاکیزہ شخصیات کو پا کر خود کو خوشنصیب محسوس کرتی ہے اور پھر جب انھیں باکمال وقابل رشک شخصیات کا ظلم وجبر کے کمزور ہاتھوں سے خون بہتا ہے اور اس زمین کے زروں میں جذب ہوتا ہے تو زمین بھی خود کو سرخرو اور لائق فخر سمجھتی ہے۔ یہ انھیں شخصیات اور ان کے لہو کی ہی برکت ہوتی ہے کہ کہ جہاں جہاں بھی قدم رکھتے ہیں اور زمین کے جس جس حصے میں بھی ان کا لہو جذب ہوتا ہے وہاں سے پھر ایک تحریک، ایک نہضت اور حق کی ایک داستان شروع ہوتی ہے۔ یہ شخصیات جہاں جاتی ہیں بذریعہ اسلام اپنے اردگرد کے ماحول کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیتی ہیں اور ان کی تمام زندگی کو ہی ایک تحریک کا نام دیا جا سکتا ہے۔ یہاں ایسی ہی ایک شخصیت یا یہ کہیں کہ ایسی ہی ایک تحریک کو موضوع گفتگو بنایا جا رہا ہے یعنی "شہید آیت اللہ محمد حسین بہشتی" کہ جنھوں نے 1928ء میں اصفہان کے ایک دیندار گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور ایک پاکیزہ خاتون کی پاکیزہ آغوش میں پرورش پائی۔

مڈل کرتے ہی اس دور کے رجحان کے مطابق دینی تعلیم کے حصول کے لئے ایک قریبی مدرسے چل دیا کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کی اور جلد ہی وہاں سے فارغ ہو کر حوزہ علمیہ قم المقدس روانہ ہو گئے اور امام خمینی (رح) اور دیگر تاریخ اسلام کی ممتاز شخصیات کی شاگردی سے مستفید ہوئے۔ انھیں شخصیات سے شہید کا میل جول اور صحبت و شاگردی اور بلخصوص ان کے گھر کا مذہبی و پاکیزہ ماحول باعث بنا کہ انھوں نے اپنا تعلیمی و روحانی اور فکری سفر نہایت تیزی سے طے کیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کو بھی خیرباد نہ کہا بلکہ فلفسہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور ڈاکٹر کہلائے اور اس سب کے ساتھ ہی ساتھ خدا سے بھی اپنے تعلقات اور روحانی و معنوی سفر میں بھی بھرپور طریقے سے اوج کمال تک پہنچے۔

قلم اپنے تمام تر خوبصورت الفاظ کے ذخیرے کے باوجود ان افراد کو جیسے وہ تھے بیان کرنے سے قاصر ہے۔

امام خمینی (رح) نے فرمایا تھا :

"بہشتی یک ملت بود (یعنی بہشتی ایک ملت تھے)"

یعنی کیا؟ یعنی یہ کہ یہ افراد، یہ شخصیات، یہ خدا کے منتخب شدہ بندے، اپنے اندر صرف ایک زات، یا ایک فرد نہیں ہوتے بلکہ ایک ملت کے برابر ہوتے ہیں جو اپنے ملک کی تقدیر بدل رکھ دیتی ہے۔

نیز امام خمینی (رح) کا شہید بہشتی سے متعلق مزید کسی شخص سے یہ کہنا کہ :

"محترم بہشتی کو میرا سلام کہیے گا اور ان سے کہیے گا میں آپ کی شخصیت اور آپ کے علم و فضل کا قائل ہوں۔ ایران کے مسائل کو آپ جس طرح سے بہتر سمجھتے ہوں سرپرستی کیجئے"۔

اور پھر شہید باقر الصدر کا ان سے متعلق یہ فرمانا کہ :

"بہشتی عالم اسلام کے افتخارات میں سے ایک ہیں اور بہشتی جیسے افراد ہمارے پاس بہت کم ہیں"

شہید بہشتی کے نابغہ روزگار ہونے کو ثابت کرتا ہے اور ان کے علم و عرفان کی دلیل اور ان کے بے مثال کردار پر ایک مہر کی مانند ہے۔

شہید بہشتی پر امام خمینی (رح) کا ایسا اعتماد ہمیں ان کی انقلابی فکر اور ملی و مذہبی خدمات اور درست سمجھ بوجھ اور فعالیت کی جانب متوجہ کرتا ہے۔ قریباً پانچ (5) سال ھمبرگ میں ان کی پیش امامی اور دینی تبلیغ اور نوجوانوں کی مختلف مذہبی و انقلابی تنظیموں کی بنیاد رکھنا اور مسلمانوں کی تنظیم سازی پر ان کی خصوصی توجہ حتیٰ ان کی خدمات کے نتیجہ میں ھمبرگ کی یہ مسجد عالمی اسلامی مرکز تصور ہونے لگی۔ تحریک انقلاب میں ان کی فعالیت اور خدمات، بعد از انقلاب اسلامی قاضی القضاء کے طور پر ان کی تقرری، قرآن مجید کا مستند و درست فہم ترجمہ اس کے علاوہ پانچ سے چھے زبانوں میں ان کا اپنے افکار کو منتقل کرنا ان کی اہم خدمات میں سے ہیں جو کتابی شکل میں بھی موجود ہیں۔

گویا تحریک انقلاب اور بعد از انقلاب شہید، رھبر کبیر امام خمینی (رح) کا ایسا دست توانا تھے جن پر وہ آنکھ بند کر کے اعتماد کر سکتے تھے۔ ان تمام اجتماعی و ملی و مذہبی خدمات کے ساتھ اگر شہید کی انفرادی و ذاتی زندگی پر بھی نظر کی جائے تو ان کی روش زندگی دیکھ کر انسان بے اختیار داد دیتا کہ عین اس خط پر زندگی گزاری جو اسلام نے کھینچا اور اہل بیت (ع) نے بیان فرمایا۔

ذاتی زندگی میں ان کا مضبوطی سے نظم و ضبط کا قیام، اصول و قوانین کی پابندی، تربیت اولاد کے سلسلے میں ان کی روش، زوجہ محترمہ کے سلسلے میں ان کا احترام و محبت، عمومی اور گھریلو مسائل میں بھی ان کی زکاوت و گرفت، ہر معاملے میں شریعت کی مکمل پاسداری، اور اپنی ذمہ داری کا احساس اور دنیاوی معاملات میں بھی ان کا فہم دیکھ کر کوئی بھی انسان بے ساختہ یہ کہے گا کہ :

"ایک مولوی میں اتنا کچھ کیسے ؟"

شہید کی فکر اس سوچ کے لوگوں میں پھیلنے یا اس سوچ کے آغاز سے پہلے ہی کہ شاہ کی حکومت ختم ہونی چاہیے یا اس حکومت کے خلاف قیام کیا جانا چاہیے، اس سوچ کے ابھرنے سے پہلے ہی شہید کی فکر یہ تھی کہ حکومت شاہ باطل ہے اور اس سے قوم کو نبرد آزما ہونا چاہیے اور اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لانا چاہئے۔ اس مقصد کے لیے ان کے اپنے گھر میں طلبہ کے جلسوں کا انعقاد، ان کی تقریروں میں حکومت اسلامی کی جانب خصوصی توجہ اور اس کے قیام کو شرعی وظیفہ قرار دینا ان کی فکر کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔

ان کی دینی تبلیغات کے اہم موضوعات میں سے ایک اہم ترین موضوع "حکومت اسلامی" تھا کہ اسلامی حکومت کی تشکیل کیسے کی جائے اور اس کے بعد ہمیں کیا کرنا چاہیے جبکہ ابھی اس وقت کسی کی سوچ میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ایران میں یہ نظام حکوت ممکن ہے اور یہ بات خود ان کے رفقاء بھی بیان کرتے ہیں۔

وہ دشمن شناس تھے لہذا یہی نعرہ لگاتے تھے کہ :

"اسرائیل شر مطلق ہے"

وہ امریکہ و اسرائیل کی قولی اور عملی مخالفت کو شرعی واجبات میں سے اہم ترین واجب سمجھتے تھے۔ ان کی فکر فقط ایران میں اسلام کا نفاذ کرنے، یا فقط ایرانیوں کی خدمت کرنے یا صرف اپنے ہی ملک کی سرحدوں پر محدود رہنا نہ تھی بلکہ ان کے اپنے ہی کچھ کلمات ان کی اس متعلق فکر کو ظاہر کرتے ہیں کہ کسی شخص سے ایک بات کے جواب میں کہا کہ :

"آپ سمجھتے ہیں کہ ہمیں خود اپنے ہی معاشرے کے حدود میں رہ کر سب کچھ کرنا چاہیے؟ یا ہمارے کاندھے پر عالمی اور آفاقی ذمہ داری ہے؟ کیا ہمیں اپنے ہی بارے میں سوچنا چاہیے؟ یا ان افراد کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے جن کی دین اور اسلام تک رسائی نہیں؟"

المختصر یہ کہ ان کی فکر زمانہ غیبت امام زمانہ (ع) میں ایک عالمی اور آفاقی اسلامی حکومت کی تشکیل تھی تاکہ جب امام آخر (ع) کا ظہور ہو تو ہم ان کے ہاتھوں میں ایک ایسی حکومت اور معاشرہ دیں جو ان (ع) کی حکومت کے لیے آمادہ ہو۔

آئیت اللہ ہاشمی رفسنجانی نے شہید سے متعلق ایک دلچسپ بیان دیا ہے کہ :

"تاریخ میں بہت کم افراد ایسے ہوتے ہیں جو کئی صفات کے مالک ہوں اور انھیں ہر فن مولا کہا جا سکے۔ انھیں کم یاب شخصیات میں سے ایک شخصیت کا نام "شہید ڈاکٹر بہشتی" ہے۔ ایک انسان فقیہ بھی ہو، اس کے اندر مدیریت اور مینجمنٹ بھی پائی جاتی ہو، وقت کا اور نظم و ضبط کا پابند بھی ہو، چار پانچ زبانوں پر مہارت رکھنے والا بھی ہو، دنیا شناس بھی ہو، تیس چالیس سال تک زندگی کے میدان میں ہر مشکل اور مصیبت سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے والا بھی ہو، اتنے سارے کمالات کا حامل شخص کہاں مل سکتا ہے؟ اور ان سب کے باوجود بلکل سادہ اور درویش صفت ہو"

بحر حال ایسے ملکوتی انسان سے بعید تھا کہ بستر خواب پر کھانس کھانس کر مرتا۔ یقیناً شہادت اس کی سب سے بڑی آرزو اور اس کی ان تمام زحمات کا صلہ ہونی ہی تھی۔ لہذا شہید نے اس وقت ایران میں موت کی آخری ہچکی لیتے

ہوئے کمزور دشمن کے کمزور ہاتھوں 1981ء میں اپنے بہتر(72) رفقاء کے ساتھ جام شہادت نوش کیا اور اپنی منزل حقیقی پر جا پہنچے۔

معرفی آثار دکتر بهشتی

مجموعه آثار شهید آیت الله دکتر بهشتی

۱. در مکتب قرآن (سلسله درسگفتارهای تفسیری) مجموعه ۶ جلدی

۲. مبانی نظری قانون اساسی

۳. حق و باطل از دیدگاه قرآن (به انضمام «تسلیم حق بودن»)

۴. سرود یکتاپرستی

۵. دکتر شریعتی جستجوگری در مسیر شدن

۶. شناخت از دیدگاه فطرت

۷. شناخت از دیدگاه قرآن

۸. بهداشت و تنظیم خانواده

۹. بایدها و نبایدها (امر به معروف و نهی از منکر از دیدگاه قرآن)

۱۰. خدا از دیدگاه قرآن

۱۱. نقش آزادی در تربیت کودکان

۱۲. آزادی ، هرج و مرج ، زورمداری (بخش تکمیلی)

۱۳. ولایت، رهبری، روحانیت

۱۴. سه گونه اسلام

۱۵. بانکداری، ربا و قوانین مالی اسلام

۱۶. شناخت اسلام

۱۷. پیامبری از نگاهی دیگر

۱۸. اتحادیه انجمن‌های اسلامی دانشجویان در اروپا

۱۹. محیط پیدایش اسلام

۲۰. حج از دیدگاه قرآن

آثار دکتر بهشتی ــ تک گفتارهای موضوعی

۱. اقتصاد تعاونی

۲. عوامل موفقیت یک نهضت

۳. نماز چیست؟

۴. موسیقی و تفریح در اسلام

۵. شب قدر

۶. مراحل اساسی یک نهضت

۷. شناخت عرفانی

۸. روش برداشت از قرآن

۹. محکم و متشابه در قرآن

۱۰. ناسخ و منسوخ در اسلام

۱۱. شفاعت

۱۲. روحانیت در اسلام و در میان مسلمانان

۱۳. تسلیم حق بودن

۱۴. کوششی نو در راه شناخت تحقیقی اسلام

۱۵. حجیت قرآن

۱۶. آثار درباره دکتر بهشتی

۱۷. زیست و اندیشه شهید آیت‌الله دکتر محمد حسینی‌بهشتی

۱۸. نگاهی دوباره ۲

۱۹. نگاهی دوباره ۱

۲۰. بازگشت «از» بهشتی، بازگشت «به» بهشتی

۲۱. آزادی مترقی در اندیشه شهید بهشتی

۲۲. شناخت اندیشه های اجتماعی شهید بهشتی

۲۳. اسلام و مقتضیات زمان

۲۴. نقش شهید بهشتی در تدوین قانون اساسی (با تأکید بر حقوق مردم)

۲۵. هفت مقاله در شناخت اندیشه سیاسی شهید بهشتی